ناشر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

ترجمانِ فکرِ امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

جلد نمبر 6	جولائی، اگست، ستمبر 2012ء	شمارہ 3

بیاد

مناظرِ اسلام، وکیلِ احناف

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بفیضان نظر

امین العلماء قطب العصر

مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پسند فرمودہ

امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

زیر نگرانی

مولانا منیر احمد منور حفظہ اللہ

مجلس مشاورت

- مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی
- مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی
- مولانا مفتی محمد مجاھد
- مولانا محمد طیب حنفی
- مولانا عبداللہ عابد وڑائچ
- مولانا محمد رضوان عزیز
- مولانا مقصود احمد

قیمت فی شمارہ 25/- روپے

- جواب طلب امور کیلئے جوابی لفافہ ضرور ہمراہ بھیجیں
- منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ مکمل واضح اور خوشخط لکھیں
- ہر بار خط و کتابت میں اپنا مکمل پتہ لکھیں
- خط میں رقم ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں

ایجنسی ہولڈر مہر لگائیں یا ہدیہ دینے والے احباب اپنا نام تحریر فرمائیں

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر....... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر....... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر....... سالانہ

برائے رابطہ

دفتر سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا

مرکز اھل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا 048-3881487,0346-7357394

فہرست

درس قرآن... 3

درس حدیث 4

رمضان المبارک کو قیمتی بنائیے! 5

اداریہ

کشمیر کی سیر 7

مولانا محمد رضوان عزیز حفظہ اللہ

رمضان اور عبادت... 20

مولانا مقصود احمد سکھیرا

رفع یدین نہ کرنے پر علی زئی کے اعتراضات کی حقیقت 25

مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

"علامہ "وحید الزمان... 61

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

درس قرآن

قال اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ **(البقرہ:183)**

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ (آسان ترجمہ از مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

تشریح: رمضان المبارک رحمت وبرکت اور فیضان باری تعالیٰ کے حصول کا موسم بہار ہے۔ دن بھر روزہ رکھنا، رات کو بیس رکعت قیام کرنا، تلاوت قرآن پاک اور آخر میں صدقۂ فطر کی ادائیگی اس مہینہ کی خاص عبادات ہیں۔ روزہ اس عبادت کا نام ہے جو اللہ رب العزت نے نفس کی اصلاح کے لیے مقرر فرمائی ہے۔ انسان سارا سال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال میں لاتا رہتا ہے۔ اب اسکو یہ حکم ہے کہ رمضان میں ہمارے لیے بھوک پیاس برداشت کرو تاکہ فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکو۔ شعبان المعظم کے روزہ سے رمضان کے روزوں کی مشق اور تحمل وبرداشت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے شعبان کے روزوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی رمضان کے بعد شعبان کے روزوں کی کثرت کا تھا

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1969، صحیح مسلم: رقم الحدیث 1156)

نیز شعبان کے مہینہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے ذریعے رمضان کی تیاری اور اس میں نیک اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ فضائل اعمال از شیخ الحدیث رحمہ اللہ ص472)

لہذا ان دو ماہ (شعبان ورمضان) میں حسب تفاوتِ درجات (کہ شعبان کا روزہ مستحب اور رمضان کا فرض) روزوں کا تقرر سرکش نفس کی اصلاح کے لیے نہایت موزوں ہے تاکہ نفس خباثات ورذائل سے پاک ہو کر سارا سال عبادت میں لگا رہے۔

درس حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

تحقیق السند: اسنادہ حسن و قد تلقتہ الامۃ بالقبول فھو صحیح۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2ص284 بَابُ كَمْ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَةٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج5ص433 رقم11934. المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم653. السنن الکبری للبیہقی ج2ص496 باب مَا رُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

تشریح: رمضان میں روزہ کے بعد بڑی عبادت قیام رمضان یعنی "تراویح" ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "سنت" قرار دیا اور ایمان واحتساب سے ادا کرنے والوں کے لیے سابقہ گناہوں کی مغفرت کی بشارت بیان فرمائی۔ (صحیح بخاری: ج۱ص۱۰)

مندرجہ بالا حدیث میں تعدادِ رکعت تراویح سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت ادا فرماتے تھے۔ خلفاءِ راشدین میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی اور دیگر اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین، اسی طرح تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، مشائخ امت رحمہم اللہ سے بیس رکعت ثابت ہے، بلاد اسلامیہ اور چودہ سالہ دور میں تراویح بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہے۔ لہذا امت کے اس متواتر و متوارث عمل کے خلاف بعض الناس کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور اس پر اصرار کرنا امت سے کٹنے اور "جماعــة" سے جدا ہونے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنتِ صحیحہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رمضان المبارک کو قیمتی بنایئے!

ادار یہ

رمضان المبارک نیکی کمانے کا سیزن ہے۔ اللہ رب العزت کی عنایات اور ظاہری وباطنی نعمتوں کی برسات جس طرح اس مہینہ میں ہوتی ہے دوسرے ماہ میں نہیں ہوتی۔ اس کی عظمت وبرکت بادل کی طرح چھاجاتی ہے، جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک مشیر ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ مُبَارَكٌ .... الحدیث

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ فضائل اعمال از شیخ الحدیث رحمہ اللہ ص 472)

ترجمہ: اے لوگو! تم پر ایک عظمت وبرکت والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔

دن کو روزہ رکھنا قربِ خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔ روزہ ریاء ودکھلاوے سے پاک عبادت جب اس معبود کے لیے رکھا جاتا ہے جو رحیم وکریم ہے، تو اس کا بدلہ رحیم ذات اپنے شایانِ شان خود عنایت فرماتے ہیں: حدیث قدسی ہے:

"اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ" (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث 1900)

ترجمہ: روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزاء دوں گا۔

رات کی عبادات میں قیامِ رمضان یعنی "تراویح" رب تعالیٰ سے مناجات کا ذریعہ ہے۔ مساجد میں عشاء کے بعد عجیب سماں ہوتا ہے۔ کلام اللہ کے شائقین پروانہ وار کلام کو سن رہے ہوتے ہیں جو محبوبِ رب صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ 20 رکعت کا یہ قیام جہاں ثواب کے انبار لگا کر اس حدیث مبارکہ:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰)

[جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا(تراویح ادا کی)تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔] کی رو سے گناہ کی آلائشوں سے پاک کر دیتا ہے، وہاں لمبے قیام کے پر لطف ماحول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس دور کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے جس طرف روایات میں ان الفاظ سے اشارہ ملتا ہے:

وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ.

(السنن الکبریٰ: رقم الحدیث 4801)

ترجمہ: لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔

اس پر کیف وسرور ماحول میں انسان کے ابتداءِ آفرینش کے دشمن "شیطان" کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ مؤمنین کی عبادات میں خلل نہ اندازی نہ کرے، تو انہی دنوں "خناس" اس کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔ شیطان کا ہدف تو یہ ہے کہ مؤمن اعمال صالحہ کا رخ ہی نہ کرے، لیکن خناس کی محنت اس سے بھی "اعلیٰ" ہے کہ مؤمن اعمال تو کرے لیکن اجر وثواب سے محروم رہے۔ قرآن وسنت کے نور سے بے بہرہ، اسلاف کی راہ سے منحرف، ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تقلید واتباع پر شرک شرک کے فتوے لگانے والا یہ "خناس" رمضان المبارک میں اپنی محنت میں مصروف ہوتا ہے۔ مؤمن جب غروب آفتاب کا منتظر ہوتا ہے تاکہ روزہ افطار کرے تو خناس غروب سے قبل ہی افطار کرا دیتا ہے۔ قیامِ رمضان بیس رکعات ہے، لیکن سہل پسندی کی خاطر تخفیف کرکے آٹھ رکعات بنا دیتا ہے۔ یوں خناس کی اس "تحقیق" پر عمل پیرا انسان "نہ تین میں نہ تیرہ میں" جیسے اعمال کر کے ثواب سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ لہٰذا جہاں رمضان کی برکات وسعادات سمیٹنے کی کوشش کی جائے وہاں خناس کے وساوس سے بھی بچا جائے جو "الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ" کا مصداق بن کر مسلمانوں کے دلوں میں وساوس ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

کشمیر کی سیر

مولانا محمد رضوان عزیز حفظہ اللہ

گرمیوں کی تعطیلات میں صاحب ثروت کشمیر کی ٹھنڈی وادی کا رخ کرتے ہیں لیکن آج کل ایک اور مخلوق کے سفر کشمیر کا ذکر ہے جسے آبی اور خشکی کے جانور ہونے کا شرف حاصل ہے وہ خشک زمین پر بھی بسیرا کرتا ہے اور پانی میں بھی، یا یوں کہیے اگر پانی موافق نہ ہو تو خشکی پر آجاتا ہے اور خشکی کے حالات ناساز گار ہوں تو پانی میں چلا جاتا ہے آپ پہچان گئے ہوں گے اسے مینڈک کہتے ہیں۔ اس جانور کے بارے میں مختلف ضرب المثال اور کہاوتیں مشہور ہیں لیکن پشتو میں جو اس کے بارے میں ایک کہاوت ہے وہ اپنی مثال آپ ہے جو موجودہ دور کے باعث خوش فہمی کے مریضوں پر صادق آتی ہے پشتو میں کہتے ہیں" چینڑخ پلوئے سور چہ وائی چہ کشمیر می ولیدہ" مینڈک مٹی کے ڈھیلے پر چڑھا اور کہنے لگا میں نے بھی کشمیر دیکھا ہے۔

بالکل بعینہ یہی صفات رکھنے والے ایک شخص زئی صاحب مالہٗ وماعلیہ ہیں جو حاطب اللیل کی طرح خشک وتر ہانکتے رہتے ہیں موصوف انہی افتاد طبع کے باعث اپنی یہی حلقہ احباب میں اجنبی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں اور اہل حق کے بغض میں ہر وقت تندوری بیگن کی طرح سلگتے رہتے ہیں موصوف نے اپنی ماہواری رسالے {جس کی ماہواری عادت اب کچھ عرصہ سے تبدیل ہو گئی ہے} الحدث میں اہل حدیث کی قدامت کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور قرون اولیٰ میں جہاں کہیں بھی اصحاب احدیث یا اہل حدیث کا لفظ، فضائل ومناقب کے مقام پر ملا اسے فوراً اپنے اوپر منطبق کر لیا اور کہا" وائی چہ کشمیر می ولیدہ" میں نے بھی کشمیر دیکھا ہے۔ آیئے ذرا جناب کے اس مضمون کا تجزیہ کریں جسے دیکھ کر امانت ودیانت بھی سر پیٹ کر رہ گئی ہے۔ جناب سے سوال کیا گیا:

سوال: ہم لوگ یہ سنتے رہتے ہیں اہل حدیث حضرات انگریزوں کے دور میں شروع ہوئے ہیں پہلے ان لوگوں کا نام ونشان نہیں تھا برائے مہربانی پاک وہند کے گزشتہ دور کے اہل حدیث علماء کے نام، مختصر تعارف کے ساتھ تحریر فرمادیں شکریہ {محمد فیاض دامانوی انگلینڈ}

الجواب {جس طرح عربی زبان میں اہل السنۃ کا مطلب ہے سنت والے اس طرح اہل حدیث کا مطلب ہے حدیث والے جس طرح سنت والوں سے مراد صحیح العقیدہ سنی علماء اور ان کے صحیح العقیدہ عوام ہیں اسی طرح حدیث والوں سے مراد صحیح العقیدہ محدثین کرام اور ان کے صحیح العقیدہ عوام ہیں۔

جناب قاری کی کہاوت ہے دروغ گوراحافظہ نباشد، جھوٹ بولنے والے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ آپ نے الحدیث کے شمارہ 95 کے ص 22 پر اتنی قیود کا اضافہ کیاہے اگر کذب بیانی آپ کا طرہ امتیاز نہ ہوتا تو اپنے {منہ کالات} مقالات کو دیکھ لیتے۔ جس میں آپ نے اپنے استاد حاجی اللہ دتہ صاحب سے اہل حدیث کی تعریف یوں نقل کی ہے: اہل حدیث وہی ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کو مانتا ہو {مقالات ج 1 ص 515} اب اس میں نہ تو شرط حدیث والا ہونا ہے، نہ صحیح العقیدہ ہونا ہے۔

اب جو بھی حدیث کو مانتا ہو چاہے شیعہ مرزائی غیر مقلد یا بریلوی ہو سب ہی اہل حدیث ہوں گے اس لیے کہ وہ حدیث کو مانتے ہیں نیز آپ کے مورخ ڈاکٹر بہاؤالدین تاریخ اہل حدیث ص 200 پر رقمطراز ہیں "جو اہل حدیث عالم یا حنفی المذہب سورہ فاتحہ کو واجب نہ سمجھے اور اس پر کسی آیت مثلاً فاقرءوا ماتیسر من القرآن یاحدیث مثلاًمن کان لہ امام، یا حدیث اذا قرء القرآن فانصتوا سے اس کو صحیح سمجھ کر استدلال کرے وہ بھی اہل حدیث ہے {تاریخ اہل حدیث ص 200}"} جب اہل حدیث کا لقب تو حنفی شافعی وغیرہ سب پر بولا جاتاہے تو جناب کا صرف اپنے اوپر اس کو فٹ کرنے کے لیے سینہ زوری کرنا دجل وفریب نہیں

تو اور کیا ہے۔؟ویسے بھی جس کے شاگرد تدلیس میں امام ہوں وہ خود کتنا بڑا مدلس ہو گا جیسا کہ خود جناب نے اپنے ایک شاگرد کی ہیرا پھیریوں پر فخر کرتے ہوئے کہا"میرے ایک پیارے دوست اور شاگرد تدلیس فی المتن کے انتہائی ماہر بلکہ امام فی التدلیس ہیں"

{مقالات ج2ص503}

اہل حدیث کی تعریف میں گل کھلانے کے بعد جناب نے ان کی تقسیم میں بھی خوب جوہر دکھائے ہیں اور عوام اہل حدیث کی تقسیم کرتے ہوئے وہی اصول پیش نظر رکھا جو سکول کے استاد نے ایک طالب علم سے Good کی فارمیں پوچھیں تو اس نے کہا Good,Goodr Goodrest, گڈ، گڈر، گڈرسٹ۔حالانکہ یوں کہنا چاہیے تھا۔Good,Betar,Best جناب فرماتے ہیں صحیح العقیدہ عوام کی کئی اقسام ہیں مثلاً{1}بہت پڑھے لکھے{2}درمیانہ پڑھے لکھے{3}تھوڑا پڑھے لکھے{4}ان پڑھ عوام،آگے ارشاد فرمایا یہ کل {7+4}گروہ اہل حدیث ہیں۔

تبصرہ:

جناب کی تحقیقات کا مینڈک آہستہ آہستہ ڈھیلے پر چڑھ رہا ہے جناب لیجیے اپنے ہی گھر سے اپنی خواہشات وتقسیمات کا حشر ہوتا دیکھ لیجیے۔آپ نے عوام اہل حدیث کو چار حصوں میں تقسیم کر کے کہا کہ یہ اہل حدیث ہیں۔آخری دو گروہ جن کو آپ اہل حدیث کہہ رہے ہیں ان کے بارے میں آپ کے اپنے کیا کہتے ہیں۔"ہاں بعض عوام کاالانعام گروہ اہل حدیث میں ایسے بھی جو اہل حدیث کہلانے مستحق نہیں ان کالامذہب،بدمذہب،ضال مضل جو کہوزیبا ہے یہ وہ ہیں جو نہ خود کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں{جیسے موصوف زبیر زئی}نہ اپنے گروہ کے اہل علم کی اتباع کرتے ہیں کسی سے کوئی حدیث سن کر یا کسی اردو مترجم کتاب میں دیکھ کر نہ صرف اس کے ظاہر معنی کے موافق عمل کرنے پر صبر واکتفاء کرتے ہیں بلکہ اس میں اپنی خواہش نفس

کے موافق انبساط واجتہاد بھی شروع کردیتے ہیں جس میں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔"

{تاریخ اہل حدیث ص164 بہاؤالدین}

اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، اتنا کافی ہے۔ ساتھ اگر چلو پانی بھی ہوجائے تو آسانی ہوگی اور جناب نے جو اہل حدیث کے گیارہ گروہ بنائے ہیں اور بزعم خود اپنے آپ کو ان محدثین میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے تو کیا موصوف بسند صحیح اپنی شرائط کے مطابق یہ تقسیم اور مندرجہ علامات سابقہ محدثین سے دکھا سکتے ہیں اگر نہیں دکھا سکتے تو عوام کو اپنے فاسد خیالات کے پیچھے لگانے سے پرہیز کریں جیسا کہ آپ نے فتاویٰ علمیہ ص239 پر مسجد کے فنڈ کے بارے میں اپنے خیالات کو بلادلیل فتویٰ بنا کر پیش کیا ہے اور قوم کو امانتوں کے بیڑا غرق کرنے پر ہمت بندھائی ہے۔

جناب نے اپنے خود ساختہ گروہ کی علامات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا 1: قرآن وحدیث اور اجماع امت پر عمل کرنا، 2: قرآن وحدیث اور اجماع کے مقابلے میں کسی کی بات نہ ماننا، جناب کا تعلق اس مسلک سے ہے جس کا ابھی تک یہی نعرہ تھا کہ اہل حدیث کے دو اصول قال اللہ و قال الرسول، کہ قرآن وحدیث ہی ہمارے دو اصول ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں تاکہ پتہ چلے کہ قدیم اہل حدیث اور جدید اہل حدیث میں کیا فرق ہے؟

1: فرقہ اہل حدیث کا نام نہاد محقق گوندلوی اپنی کتاب عقیدہ مسلم ص27 پر لکھتا ہے "اہل حدیث" قرآن وحدیث پر عمل کرنے والوں کا نام ہے۔

2: مسلک اہل حدیث اپنا ہر معاملہ زندگی صرف اور صرف قرآن وحدیث سے حل کرنا سکھاتا ہے اور امرین محبین کے علاوہ کسی کو بھی قابل حجت نہیں مانتا۔

{ہم اہل حدیث کیوں ہوئے ص14}

3: آپ کا استاد بدیع {فی} الدین لکھتا ہے ہم قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور چیز کو سند نہیں سمجھتے۔

{فقہ حدیث ص9}

4: اور جناب جو اپنے اہل حق ہونے کی قوالی فرما رہے تھے اور قرآن وحدیث اور اجماع امت پر عمل کو اہل حدیث کی علامت بتا رہے تھے لیکن آپ کا طالب......تو کہتا ہے "گمراہ فرقے وہ ہیں جو قرآن وحدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کی دعوت دیں"

{آیئے عقیدہ سیکھیے ص273}

مزید حوالے مطلوب ہوں تو قافلہ حق میں میرا مضمون "آخر مان ہی گئے ناں" قافلہ حق ج1 ش4 ص15 تا17، ج4 ش2 ص25 تا28 ملاحظہ فرمالیں۔

اسی کو کہتے ہیں دانت تھے تو چنے نہ پائے چنے ملے تو دانت گنوائے

جب مسلک کی ابتداء تھی دور انگریز میں تو اجماع کو نہ مانا اور جب مجبور ہو کر اجماع مانا تو پورا مسلک حالت سکرات میں تھا اور غیر مقلدیت کو ہر میدان میں ریورس گئیر لگا ہوا ہے۔ مثلاً مئی 2012ء کے قومی ڈائجسٹ کا مطالعہ فرمائیں لشکر طیبہ کے نام پر چندے کھا کر جوان ہونے والے اور قوم کے بچے کشمیر میں لے جا کر شہید کروانے والے امیر حمزہ صاحب اب دُہائی دے رہے ہیں کہ میرا لشکر طیبہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سبحان اللہ

تیسری علامت: جناب نے بعض فقہاء میں تیسری علامت یہ ذکر کی ہے کہ "تقلید نہ کرنا"

تبصرہ: اب امام بخاری رحمہ اللہ تو بیچارے جناب کے معیار پر پورے نہیں اترے جنہوں نے پہلوں کی تقلید واقتداء کو ضروری کہا ہے امام موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ائمة نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا {بخاری ج2 ص1080} کہ پہلے ائمہ کی تقلید ہم کریں گے بعد والے ہماری تقلید کریں۔ یہاں اقتداء کا ترجمہ میں تقلید کر رہا ہوں صرف اس لیے کہ آپ

آئندہ الحدیث میں اس پر کچھ کہو تا کہ اس موضوع پر بھی آپ جیسے خبطیوں کی اصلاح کر سکوں۔

بقیہ چار علامات پر تبصرہ قلت صفحات کے باعث موخر کیا جارہا ہے۔

اصحاب الحدیث اور اہل حدیث:

جناب نے اپنے آپ کو پرانا ثابت کرنے کے لیے متقدمین کی کتب میں جہاں کہیں بھی لفظ اصحاب الحدیث یا اہل حدیث دیکھا تو فوراً خود کو اس کا مصداق باور کرانے کی کوشش کی حالانکہ اگر جناب تھوڑی دیر کے لیے بددیانتی سے کنارہ کش ہو کر غور کر لیتے تو سمجھ جاتے کہ متقدمین کے نزدیک اصحاب الحدیث اور اہل حدیث سے مراد غیر مقلدین ہرگز ہرگز نہیں ہیں بلکہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تو ان اہل حدیث یا اصحاب الحدیث کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے: قد ذکرنا فی کتابنا ھذا من فضل الحدیث واھلہ المخصوصین بحفظہ ونقلہ {شرف اصحاب الحدیث ج1 ص357}

فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب میں اصحاب حدیث کی فضیلت کو بیان کیا ہے جو حدیث کے حفظ کرنے اور اس کے نقل کرنے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا علماء سابقین کے نزدیک اہل حدیث یا اصحاب الحدیث کی فضیلت کو بیان کیا ہے جو حدیث کے حفظ کرنے اور اس کے نقل کرنے کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مگر جناب چونکہ ساون کے اندھے کی طرح صرف ہرا ہرا دیکھنے کے ہی عادی ہیں اسی لیے اصحاب الحدیث یا اہل حدیث کا ایک پہلو ہی دیکھا ہے اور انہی کتب میں مذکور دوسری باتیں جو اہل حدیث کا تعارف کرواتی ہیں ان کو ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا شاید سند کا بہانہ کر لیں حسب عادت اب آیئے خطیب بغدادی کی کتاب شرف اصحاب الحدیث کے وہ بعض پہلو جو موجودہ دور کے اہل حدیثوں کا صحیح تعارف کروا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

1: اما تریٰ اصحاب الحدیث کیف تغیر و کیف قد فسدوا ۔

{شرف اصحاب الحدیث ج1ص110}

کیا آپ نہیں دیکھتے ان اہل حدیثوں کو کہ ایسے بگڑ گئے ہیں اور کیسے فسادی ہیں۔

2: وعن الاعمش قال: مافی الدنیا قوم شر من اصحاب الحدیث

{شرف اصحاب الحدیث ج1ص337}

امام اعمش فرماتے ہیں دنیا میں اہل حدیثوں سے زیادہ کوئی شریر قوم نہیں ہے (بیشک)

3: ابوبکر بن عیاش یقول اصحاب الحدیث هم شر الخلق هم المجان هم کذا هم کذا {ایضاص350} ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں خدا کی مخلوق میں شریر ترین مخلوق اہل حدیث ہیں یہ مجنون {پاگل} ہیں۔

4: قال الاعمش لو کانت لی اکلب کنت ارسلها علی اصحاب الحدیث {ایضاص 338} امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں اہل حدیثوں پر چھوڑ دیتا۔

5: سمعت اللیث بن سعد یقول وقد اشرف علیٰ اصحاب الحدیث فرای منهم شیئا فقال ماهذا؟ انتم الی یسیر من الادب احرج منکم الی الیسیر من العلم

{ایضاص315}

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ اہل حدیثوں پر متوجہ ہوئے اور ان میں کسی چیز کو دیکھ کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اور ساتھ فرمایا تمہیں زیادہ علم کی بنسبت تھوڑا سا ادب زیادہ ضروری ہے {یعنی اہل حدیث بے ادب اور بد تمیز ہی ہوتے ہیں جو لیث بن سعد کو بھی ادب کی نصیحت کرنا پڑی}

سرق اصحاب الحدیث نعل ابی زید.....الخ {تاریخ بغداد ج9ص79}

اہل حدیث حضرات نے ابو زید کا جوتا چوری کر لیا اور مزید لکھا ہے جب ابو زید کے پاس اصحاب شعراء ادبا اور اخباری حضرات آتے وہ اپنے ساز و سامان کپڑوں وغیرہ کو کھلا پڑا رہنے

دیتے اور جب اہل حدیث آتے وہ {چوری کے ڈر سے} سارے کپڑے اکٹھے کر کے اپنے سامنے رکھ لیتے۔

جناب یہ ہے آپ کا اصل ثبوت جو آپ کی قدامت پر دلالت کرتا ہے بمع کرتوت ہائے سرقہ وغیرہ کے آپ خوامخواہ اپنے آپ کو محدثین کرام کے ساتھ جوڑ کر مخملی قباء میں ٹاٹ کی پیوندکاری کر رہے ہیں اب دیکھنا جناب مخبوط الحواس ہو کر سند سند چیخنا شروع فرمادیں گے چلو خیر وہ آپ کی مجبوری ہے۔

جناب مالہ وماعلیہ صاحب کو جھوٹ بولنے اور تلبیس سے کام لینے میں شاید خاص مزہ آتا ہے طائفہ منصورہ کی وضاحت کرتے ہوئے کس قدر خیانت سے کام لیا ہے کہ اپنے بنائے ہوئے خود ساختہ اصولوں کی بھی لاج نہ رکھی جناب نے اہل حدیث کو طائفہ منصورہ بتانے کے لیے معرفۃ علوم الحدیث اور مسالۃ الاحتجاج بالشافعی کا حوالہ دیا ہے جبکہ عوام کو جناب یہ درس دیتے ہیں۔" اگر کوئی شخص قرآن مجید صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دنیا کی کسی کتاب کا بھی حوالہ دے تو آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد نہ کریں۔"

{فتاویٰ علمیہ ص107 از زبیر مالہ وماعلیہ}

اور طائفہ منصورہ کی وضاحت کرنے کے لیے جناب نے بخاری و مسلم کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ فرمایا۔ کیونکہ بخاری شریف میں طائفہ منصورہ کی وضاحت جہلاء کی پارٹی کو منظور نہیں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق وھم اھل العلم ، کہ طائفہ منصورہ سے مراد اہل علم ہیں۔

{بخاری شریف رقم 7311}

اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: قال البخاری ھم اھل العلم وقال احمد ان لم یکونوا اھل الحدیث فلا ادری من ھم؟ وقال القاضی عیاض انما اراد الامام احمد اھل السنۃ والجماعۃ ۔ قال

النووی یحتمل ان تکون ھذہ الطائفۃ من انواع المومنین فمنھم مقاتلون ومنھم فقھاء ومنھم محدثون ومنھم زھاد الی غیر ذالک

{عمدۃ القاری ج3 ص10}

یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی جو فرمایا ہے کہ اہل حدیث اس سے مراد غیر مقلدین نہیں بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے تو مزید وضاحت فرمادی کہ اس سے مومنین کے کئی گروہ مراد ہیں مجاہدین، فقہاء کرام، محدثین عظام اور اولیاء اللہ اور زاہدین وغیرہ سبھی اس میں شامل ہیں،

جناب قبضہ گروپ صاحب اگر اللہ آپ کو ہدایت دے پھر جنت میں داخل فرمادے تو واللہ ہمیں بہت خوشی ہو گی لیکن برائے مہربانی ذرا وسعت سے کام لیں اللہ کی وسیع وعریض جنت کا مالک اپنے چند غیر مقلدین جماعت اہل حدیث کے اڑھائی ٹوٹروں کو نہ بنائیں۔

مندرجہ بالا وضاحت سے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ جھوٹ کا دھتورا طائفہ منصورہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منصب اہل علم کا ہے۔

اہل حدیث سے محبت:

جناب نے کشمیر کے دعوے کو دلیل فراہم کرنے کے لیے امام قتیبہ بن سعید الثقفی رحمہ اللہ کا قول شرف اصحاب الحدیث للخطیب سے نقل کیا ہے یہ وہی کتاب جس کے کچھ حوالے میں پہلے ذکر کر چکا ہوں جو شاید جناب کو ضعف بصر کی وجہ سے نظر نہیں آئے امام قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل حدیث سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لے کہ یہ شخص سنت پر ہے۔

{شرف اصحاب الحدیث ص143}

پوری عبارت کو نقل کرنے میں چونکہ جناب کا تخیلاتی محل زمین بوس ہو جانا تھا اس لیے خیانت کرتے ہوئے آدھی عبارت ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے پوری عبارت اس طرح ہے:

اذا رایت الرجل یحب اهل الحدیث مثل یحییٰ بن سعید القطان وعبدالرحمٰن مهدی واحمدبن حنبل واسحاق بن راهویه وذکر قوما آخرین فانه من اهل السنة۔

{شرف اصحاب الحدیث ص143}

اہل حدیث سے مراد یحیٰ بن سعید وعبد الرحمن مہدی واحمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ جیسے جلیل القدر محدثین کرام ہیں نہ کہ جناب موصوف جیسے اردو خواں محقق جو عربی عبارت صحیح اعراب کے ساتھ پڑھنے سے بھی عاجز ہوں اور اپنے جھوٹوں کی سنچریاں مکمل کر چکے ہوں اس لیے اس عبارت کے نقل کرنے سے فقط اتنا فائدہ ہوا کہ الحدیث کے صفحات پورے ہو گئے اور بس۔

محدثین اور ترک تقلید:

جناب موصوف نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی اور چند محدثین کا نام ذکر کر کے کہنے لگے ”وہ علماء میں سے کسی معین کے مقلد نہیں تھے۔“

{مجموع الفتاویٰ ج20 ص40}

تبصرہ: جناب اس سے تو واضح ہوا کہ وہ معین تقلید کی بجائے مطلق تقلید کرتے تھے اگر عبارت یوں ہوتی کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے تو پھر آپ ان کو اپنی صف میں کھڑا کرتے بھی اچھے لگتے تھے کیونکہ آپ نے اپنے ماہواری کے ص23 پر علامات اہل حدیث میں تیسرے نمبر پر لکھا ہے تقلید نہ کرنا، وہاں مطلق اور شخصی کی بات نہیں اور یہاں جو نفی ہے وہ معین شخص کی ہے مطلق کی نہیں اس لیے یہ سعی بھی رائیگاں گئی۔

نیز جناب نے حسب عادت یہاں بھی بد دیانتی سے پرہیز نہیں فرمایا اور آدھی عبارت نقل کی ہے اور دوسری آدھی جس سے بعض محدثین کرام کا متعین مذہب کے ساتھ اختصاص ثابت ہوتا تھا اسے شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے، لیجیے وہ میں نقل کیے دیتا ہوں۔

ومنهم من له اختصاص ببعض الائمة كاختصاص ابی داود ونحوه باحمد بن حنبل ،الخ {مجموع الفتاویٰ ج20ص40}یعنی بعض محدثین بعض ائمہ کی تقلید کے ساتھ مخصوص تھے جیسے ابوداود، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید فرماتے تھے اور مزید یہ بھی کچھ محدثین کے ائمہ کی طرف میلان کو ذکر فرمایا ہے۔اور مزید جناب نے جو اپنے تحقیقی مضمون میں سو سے زائد علماء اسلام کے حوالے پیش کیے ہیں جو تقلید نہیں کرتے تھے تو اس کذب بیانی کا جواب قافلہ حق میں آپ کو قسط وار دیا جا چکا ہے۔اگر ہوش کچھ باقی ہوتے تو دوبارہ یہ ذکر بھی نہ کرتے نیز کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ائمہ متبوعین امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی وغیرہم جو خود مجتہد ہیں ان کے تقلید نہ کرنے کو جناب نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ آپ جیسے جاہل تھے پھر بھی تقلید نہ کرتے تھے۔

اسے کہتے ہیں چینڈخ پلوئے سورچہ وائی چہ کشمیر می ولیدہ آپ کا مٹی کے ڈھیلے پر بیٹھ کر کشمیر دیکھنے کا دعویٰ نہ کریں کہاں وہ رفعت افلاک اور کہاں غیر مقلدیت کے ذرہ ہائے خاک، کتھے گنگیا کتھے بھروٹا،وہ مجتہد تم ملحد۔ ان سے اپنا دامن ملاتے ہوئے کچھ تو خدا کا خوف کرو اور مزید آپ کا اصول الدین ص317 سے یہ استدلال کرنا کہ نام جزیرہ آذربائیجان وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والے اہل السنت میں سے اہل حدیث کے مذہب پر تھے یہ بھی دیانت کا خون کرنا ہے اس لیے کہ ان کو اہل السنت میں سے ثابت کرنا مقصد ہے نہ کہ غیر مقلد۔

نیز اگر جناب نے اصل کتاب خود دیکھی ہوتی تو سمجھ جاتے کہ یہ عبارت اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔ کہ وہ لوگ رافضی، خارجی یا معتزلہ وغیرہ نہ تھے بلکہ باب یہ قائم کیا فی التحقیق اهل السنة لاهل الثغور یعنی اہل ثغور کو سنی ثابت کرنے کے بیان میں لہذا اپنی قدامت تو آپ سے ثابت نہ ہو سکی البتہ حماقت کی ایک نئی تاریخ آپ نے ضرور رقم کر دی۔

ترک تقلید اور ہے اہل حدیث اور:

جناب آپ نے سابقہ مقلدین محدثین و مجتہدین کو اہل حدیث اور غیر مقلد ثابت کرنے کے لیے بڑا زور لگایا لیکن کچھ نہ بن سکا اب لیجیے اپنے گھر سے ایک اور حوالہ بھی سن لیں جس واضح ہو جائے گا کہ سابقہ اہل حدیث حضرات غیر مقلد قطعاًنہ تھے۔اور آج کے غیر مقلد قطعاً اہل حدیث نہیں بلکہ اہل بدعت ،ضال، مضل اور گمراہ ہیں جن کی تفصیل تاریخ اہل حدیث کے حوالے سے گزر چکی ہے۔غیر مقلدین کے محقق عالم دین مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ اپنے رفقاء اور مخالفین دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے ترک تقلید دوسری چیز ہے اور اہل حدیث دوسری چیز انہیں مرادف اور ہم معنیٰ نہیں سمجھنا چاہیے۔

{تحریک آزادی فکر ص191 از اسماعیل سلفی}

جناب ذرا اپنی منجی ہیٹھ ڈنگوری بھی پھیر لیا کرو تاکہ آئے روز کی شرمندگی سے بچ سکو۔

اہل حدیث اور انگریزی دور:

موصوف نے اپنی دانست میں تین حوالے پیش کیے یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ ہم ہندوستان میں انگریز کے آنے سے قبل ہی تشریف لا چکے تھے۔

1: شیخ محمد حیات بن ابراہیم السندھی م1750ء تقلید نہیں کرتے تھے اور عمل بالحدیث کے قائل تھے۔

2: ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی الکبیر م1729ء یہ بھی غیر مقلد تھا۔

3: شیخ محمد فاخر بن محمد یحیٰ العباسی الہ آبادی م1751ء تقلید نہیں کرتے تھے۔

یہ سب حوالے ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے سے بہت پہلے کے ہیں لہٰذا آپ نے جن لوگوں سے یہ سنا ہے کہ اہل حدیث حضرات انگریز کے دور میں شروع ہوئے ہیں پہلے ان لوگوں کا نام ونشان نہیں تھا بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔

{الحدث ش95ص26}

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے:

ہندوستان کی تاریخ سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا بھی یہ جانتاہے کہ انگریز کے منحوس قدم ہندوستان میں 31دسمبر 1601ء یا1602ء کو پڑے تھے جب انگریز اپنی تمام خباثتوں کے ساتھ 1600ء میں ہندوستان آچکا تھاتو جن جن بزرگوں کے جناب افغان بھگوڑا صاحب نے نام شمار کیے ہیں ساتھ خود ہی ان کی سن وفات لکھی ہے یہ تینوں مذکورہ بزرگ انگریز کے دور حکومت میں انگریزی سرپرستی میں زندہ رہے اور انہی کے دور میں فوت ہوئے تو ان کو بہت پہلے کے حوالے کہنادن کو رات کہنے والی بات ہے۔

بقیہ آپ جناب کاحضرت رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ، اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے حوالے پیش کرنا چنداں مفید نہیں اس لیے کہ آپ غیر مقلد ہو اور بقول اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد، اہل حدیث میں کوئی ترادف نہیں ہے۔ اس لیے ہنوز دلی دور است

اپنے نسب کی مزید تحقیق کریں یا کچھ اصول گھڑ کر قوم کو دھوکا دیں ہم تو ان شاء اللہ آپ کے دھوکے میں آنے والے نہیں ہیں آپ انگریز کی پیداوار ہیں اور آپ کی تمام کوششیں اس بدنما داغ کو آپ کے چہرے سے نہیں دھو سکتیں۔

رمضان اور عبادت

مولانا مقصود احمد سکھیرا

انسان کا مسلسل ایک ہی کام کرنے سے تھکاوٹ واکتاہٹ میں مبتلا ہونا، خوراک سے لے کر پوشاک اور اعمال سے لے کر آرام تک ایک واقعی فطری امر ہے۔یعنی اگر روزانہ خوراک اور پوشاک ایک طرح کی استعمال کرتا رہے تو اکتاہٹ میں پڑنے کے ساتھ ساتھ اس کا حل بھی ضرور تلاش کرے گا اور دوسری طرف انسان کماتے کماتے تھکاوٹ کو اتارنے کے لیے آرام کا سہارا لیے بغیر اپنے وجود کو باقی بھی نہیں رکھ سکتا، لیکن مسلسل آرام سے بھی اپنے وجود کو بیماریوں سے بچانا بہت مشکل ہے۔ تو اس لیے تفنن فی الاعمال (یعنی مختلف کام کرنا) پر عمل کرنا، کام دل جمی کے ساتھ کرنے میں معین ومددگار ہے۔ پھر یہ فطری امر (تفنن) معاملات، معاشرات، خوراک وپوشاک، اخلاق وعقائد میں چلتے ہوئے عبادات کے اندر بھی بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ آج کی تاریخ سے ذرا خیالی طور پر آگے بڑھ کر ایک مہمان مہینہ "رمضان المبارک" کی عبادت میں ذرا غور کریں تو اس میں اگر دن کو روزہ رکھ کر دن کو ابغض البلاد (بازار) میں آدمی کمائی کرتا ہے تو رات کو احب البلاد (مساجد) میں اللہ کے حضور تلاوتِ قرآن اور لمبا لمبا قیام بیس رکعات تراویح کی صورت میں ادا کرتا ہے اور رمضان المبارک میں تراویح اس لیے پڑھی جاتی ہے کہ قرآن کا نزول رمضان المبارک میں ہوا تو اس نعمتِ عظمیٰ کی حفاظت (کیونکہ رمضان میں قرآن زیادہ پڑھا اور یاد کیا جاتا ہے) اور شکر ادا کیا جائے اور بیس رکعت اس لیے پڑھی جاتیں ہیں کیونکہ یومیہ فرض نمازوں میں فرض اور واجب کی رکعات بیس بنتی ہیں۔ اگر ان میں کوئی کمی رہ جائے تو وہ تراویح کی برکت سے پوری اور تدارک ہو جائے۔ ویسے بیس تراویح کے دلائل احادیث میں بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً:

دلیل نمبر1: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلَّی النَّاسَ اَرْبَعَۃً وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَۃٍ۔

(تاریخ جرجان لحافظ حمزۃ بن یوسف ص142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائی۔

دلیل نمبر2: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ قَالَ اَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ مَقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2ص286،المعجم الکبیر للطبرانی ج5ص433)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر3: عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَمَرَ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ یُّصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّھَارَ لَا یُحْسِنُوْنَ اَنْ یَّقْرَأُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَیْہِمْ بِاللَّیْلِ فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! ھٰذَا شَیْئٌ لَمْ یَکُنْ۔ فَقَالَ، قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّہٗ اَحْسَنُ۔ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج2ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت اچھی نہیں

کرتے ۔تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھاہے۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " اے امیر المومنین !یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھاہے۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز(تراویح) پڑھائی

لیکن دن کے روزے کی وجہ سے معدہ میں گرمی اور کمائی کی وجہ سے تھکاوٹ کے سبب شام کے وقت افطاری میں آدمی ان وجوہ سے خوب شکم سیر ہو کر نہیں بلکہ گزر گزارے کا کھانا کھا کر عبادت خاص تراویح میں مشغول ہو جاتا ہے ،تو اس سے جسمانی وروحانی سکون تو ملتاہے لیکن معدہ کی گرمی کی وجہ سے خوراک کی کمی کے حل کے لیے ایک ایسا خوشگوار وقت درکار ہے جس میں جسمانی وروحانی سکون ملے۔تو اب جسمانی سکون کے لیے کھانا(سحری)اور روحانی سکون کے لیے نوافل(تہجد)ادا کیے جائیں۔تو اب اس یومیہ معمول سے روحانیت کا اثر زہدعن الدنیا(دنیاسے بے رغبتی)کی صورت میں آدمی ایساظاہر ہوتا ہے کہ آدمی تمام کام چھوڑ کر صرف اللہ کے گھر میں بیٹھ کر محو عبادت ہو جائے تو روحانیت کے اس مطالبے کو پورا کرنے کا نام "اعتکاف" ہے ،جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بیس رمضان المبارک کے دن ،نماز عصر کے بعد، سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں بیٹھ کر کیا جاتا ہے(مردوں کے لیے)
(فتح الباری لابن حجر ج4ص352،،در مختار ج3ص444)

مگر مرد کے لیے اپنے محلے کی مسجد اور عورت کے لیے اپنے گھر کی مخصوص جگہ (مسجد)میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔(ہدایہ ج1ص209،احکام القرآن للجصاص ج1ص243،خلاصۃ الفتاویٰ ج1ص267)یہ فرق اس لیے کہ جب عورت کا اپنے گھر میں فرض نماز پڑھنا افضل ہے تو گھر میں اعتکاف کرنا بھی افضل ہی ہو گا۔

(مستدرک ج1ص328، صحیح ابن خزیمہ ج3 ص95،مجمع الزوائد ج2ص118،مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص277،ابو داود ج1ص84،احکام القرآن للجصاص ج1 ص243)

مذکورہ تحریر سے شاید پڑھنے والے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ابھی تو لکھا کہ اعتکاف مسجد میں کیا جاتا ہے لیکن عورت کو آپ گھر میں اعتکاف کرنے کا کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لیے گھر کی مخصوص جگہ (جہاں نماز پڑھے) کو مسجد قرار دیا ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے تہہ خانے ہیں۔

(مستدرک للحاکم ج1 ص327، مجمع الزوائد ج2 ص118)

اسی طرح حضرت ام حمید الساعدیہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اپنے قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (باجماعت) نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ یہ سن کر حضرت ام حمید الساعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں کو گھر میں مسجد بنانے کا حکم دیا، تو ان کے لیے گھر کے ایک کونے میں مسجد بنائی گئی (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کی گئی) اور آپ رضی اللہ عنہا آخر دم تک اسی مسجد میں نماز پڑھتی رہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ ج3 ص95، مجمع الزوائد ج2 ص119)

تو جب احادیثِ بالا میں گھر کی مخصوص جگہ کو مسجد قرار دیا گیا ہے۔ تو عورت رمضان المبارک میں بھی اسی جگہ ہی اعتکاف کرے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی عورت کا محلے کی مسجد میں عملاً اعتکاف کے لیے بیٹھنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عورت کو محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم دینا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ الٹا اگر ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اعتکاف کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خیمے لگوائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع پا کر ان کو اکھیڑنے کا حکم دینے کے بعد ناراضگی کا بھی اظہار فرمایا۔ (بخاری ج1 ص371)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے حضرات ازواجِ مطہرات ودیگر صحابیات نے یہی سمجھا کہ عورتیں گھر کی کسی محفوظ باپردہ جگہ میں اعتکاف کریں۔ اسی لیے تو نہ

کسی صحابیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتکاف کیا، نہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد مسجد میں اعتکاف کیا۔ اگر فریق مخالف (جو عورت کے مسجد میں اعتکاف کے قائل ہیں) کے دعویٰ کے مطابق اگر عورت کو بھی مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری تھا اور ہے تو پھر حضرات صحابیات وازواج مطہرات کے اعتکاف فی المسجد نہ کرنے پر کیا حکم لگایا جائے گا؟ یا پھر پوری زندگی انہوں اعتکاف ہی نہیں کیا؟ اور اگر گھر میں کیا تو کیا حکم؟ کیا ان کو قرآن کی آیت مبارکہ ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو] سمجھ میں نہ آئی؟ یا پھر دانستہ طور پر مخالفت کیوں کی؟ باقی رہا آیت قرآنی: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ کا حل تو یہ ہے کہ مساجد سے مراد لغوی سجدہ کرنے کی جگہیں ہیں۔ وہ مرد کی عرفی مسجد ہے جبکہ عورت کی گھر کی مخصوص جگہ (جیسا کہ احادیث سے واضح ہو چکا ہے)

2: مفسرِ قرآن، امام ابو بکر الجصاص حنفی م370ھ فرماتے ہیں کہ مسجد میں اعتکاف کرنے کا حکم فقط مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔ (احکام القرآن للجصاص ج1 ص243)

اجتماعی اعتکاف

کچھ کج فہم لوگ قرآن وحدیث کا خوبصورت ٹائٹل دِکھا کر اپنی جہالت سے اس بات پر مصر ہیں کہ عورت مرد کی ہم نشیں وہم مکین ہو کر اعتکاف مسجد میں کرے اور عنوان "اجتماعی اعتکاف" کا دیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے بہت سے سادہ افراد ان کے مکر وفریب کا شکار ہو جاتے ہیں اور نادانستہ طور پر اپنی عزتوں کو گھر سے خیر آباد کہہ دیتے ہیں نتیجۃً مساجد بھی نفسانی خواہشات کی تسکین کا مقام ٹھہریں گی اللہ ہمارے ایمان، جان اور عزت کو محفوظ فرمائے۔ آمین

احقاقِ حق

”رفع یدین نہ کرنے کے دلائل“
پر علی زئی کے اعتراضات کی حقیقت

مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

حضرت الاستاذ متکلمِ اسلام سفیر احناف مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے ”نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل“ کے عنوان سے دس دلائل پر مشتمل ایک پوسٹر ترتیب دیا تھا، جس نے ایوانِ غیر مقلدیت میں تہلکہ مچا دیا۔ بوکھلائے ہوئے غیر مقلدین کو ”دلاسہ“ دینے کے لیے ایک غیر مقلد زبیر علی زئی مماتی اٹھے اور اس پوسٹر کو ماہنامہ ”ضرب حق“ (جو دراصل مضروب حق ہے) میں اپنی ”تحقیق“ کا تختۂ مشق بنایا باطل و بودے اعتراضات کیے جو ٹھوس دلائل کے سامنے تو بیکار ثابت ہوئے البتہ موصوف کی ”علمی قابلیت“ کی غمازی کرنے کے لیے کافی ووافی ہیں۔

قارئین کرام! یہ علی زئی وہی ہیں جن کی ”تحقیق“ کے طفیل جید فقہاءِ کرام ضعیف وکذاب، حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جیسے محدثین کی تحقیقات غلط اور انہی لامذہبوں کے بزرگوں (مثلاً ناصر الدین البانی وغیرہ) کی تصحیحات بے کار ثابت ہوتی ہیں۔ مزید لطف یہ کہ اگر ان کے بزرگوں کے ”ارشادات واقوال“ موصوف کی ”تحقیق“ سے باہم دست وگریباں ہوں تو انہیں ”دائرہ اہل حدیث“ سے نکال باہر کرنا بھی ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔
(دیکھئے الحدیث: 69 ص 16، مقالات وغیرہ)

اس تحریر میں ہم علی زئی (متروک وکذاب) کے ان اعتراضات کی حقیقت آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں جو موصوف نے ”رفع یدین نہ کرنے کے دلائل“ پر کیے۔ پہلے ہم

دلیل نقل کریں گے، اس کے بعد زئی صاحب کا اعتراض اور اس کے بعد جواب۔ وما توفیقی الا باللہ

دلیل نمبر 1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلٰوتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ"

(سورۃ مومنون:۲،۱)

ترجمہ: "پکی بات ہے کہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہوگئے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔"

تفسیر: "قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ: مُخۡبِتُوۡنَ مُتَوَاضِعُوۡنَ لَا یَلۡتَفِتُوۡنَ یَمِیۡناً وَّلَا شِمَالاً وَّلَا یَرۡفَعُوۡنَ اَیۡدِیَهُمۡ فِی الصَّلٰوةِ..."

(تفسیر ابن عباس: ص ۲۱۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔"

اعتراض نمبر 1: زئی صاحب نے لکھا: "سورۃ مومنون کی دو پہلی آیات لکھی ہیں، جن میں (رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے) ترک رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں"

(مضروب حق: 21 ص 31)

جواب: اولاً............ انہی دو آیات سے ذرا نیچے ملاحظہ فرمائیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ان آیات کی تفسیر موجود ہے، اس میں "لَا یَرۡفَعُوۡنَ اَیۡدِیَهُمۡ فِی الصَّلٰوةِ" [نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں] کے واضح الفاظ موجود ہیں۔

ثانیاً...... "لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ" کے الفاظ سے نماز کے اندر پائے جانے والے ہر رفع یدین کی نفی ہو جاتی ہے چاہے وہ رکوع سے پہلے کا ہو، رکوع کے بعد کا ہو، سجدوں کے وقت کا ہو یا تیسری رکعت کے شروع کا، الگ سے ہر ایک کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے "لَا الٰہ الا اللہ" میں لَا سے ہر معبودِ باطل کی نفی ہو جاتی ہے چاہے وہ لات ہو یا عزی یا کوئی اور، ہر ایک کا ذکر ضروری نہیں۔ زئی صاحب کو چاہیے کہ جواب کی سعی سے قبل کچھ کتبِ اصول بھی پڑھ لیا کریں تاکہ خفت نہ اٹھانی پڑے۔

اعتراض نمبر2: زئی صاحب نے لکھا: " اس [تفسیر ابن عباس] کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی الصغیر کذاب ہے اور باقی سند بھی سلسلة الکذب ہے"

نیز شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے حوالے سے لکھا: "اس سلسلۂ سند کو محدثین نے سلسلة الکذب قرار دیا ہے۔"

(مضروب حق:21ص 31،32)

جواب: بطور تمہید چند باتیں عرض ہیں۔

1: ایسا ممکن ہے کہ ایک آدمی ایک فن میں ماہر، ثقہ اور معتبر ہو اور بعینہ وہی آدمی دوسرے فن میں ضعیف، متروک بلکہ کذاب تک ہو۔ یعنی ایک فن کا ماہر ضروری نہیں کہ دوسرے فن میں بھی ماہر ہو۔ کتب اسماء الرجال کا جائزہ لینے سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔ جیسے

ا: امام بخاری رحمہ اللہ: آپ کی تالیف "التاریخ الکبیر" کو فنِ تاریخ میں وہ درجہ حاصل نہیں جو صحیح بخاری کو فنِ حدیث میں ہے، حالانکہ دونوں آپ کی تالیف ہیں۔

۲: محمد بن اسحاق بن یسار: فنِ حدیث میں ائمہ نے ان کو کذاب، لیس بالقوی، لا یحتج بہ وغیرہ فرمایا (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ج3 ص41 وغیرہ) اور اسی محمد بن اسحاق بن یسار کو علم مغازی کا "امام" اور "مرجع" کہا گیا ہے۔

(تذکرۃ للذہبی ج1 ص 130)

۳: عاصم بن ابی النجود الکوفی: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "له اوهام" لیکن فن قراءۃ میں حجت قرار دیا۔

(تقریب التہذیب ص 471)

۴: حفص بن سلیمان الاسدی: امام ذہبی نے ائمہ کی جروح نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ فنِ قراءۃ میں ثقہ، ثبت وضابط ہے، بخلاف فنِ حدیث کے، اس میں ایسا نہیں۔

(معرفۃ القراء الکبار ج 1 ص 140)

اسی کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے، لیکن فنِ قراءۃ کا امام ہے۔

(تقریب لابن حجر ص 257)

۵: عیسی بن میناء المدنی: امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ فنِ قراءۃ میں معتبر تھے، لیکن فنِ حدیث میں ناقابل اعتبار ہے۔

(میزان الاعتدال ج 3 ص 327)

۶: مقاتل بن سلیمان: حافظ خلیلی فرماتے ہیں کہ یہ علماءِ تفسیر کے ہاں عظیم الشان مقام ومرتبہ کے مالک ہیں، لیکن حفاظ حدیث نے انہیں روایت میں ضعیف قرار دیا ہے۔

(الارشاد للخلیلی ج 3 ص 928 بحوالہ ارشیف ملتقی التفسیر)

2: جید محدثین مثلاً امام بیہقی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام الجرح والتعدیل امام یحیٰ بن سعید القطان کے حوالے سے یہ اصول نقل کیا ہے: تساهلوا فی التفسير عن قوم لايوثقونهم فی الحديث ثم ذكر ليث بن ابی سليم و جُوَيْبِرِ بن سعيد والضحاك ومحمد بن السائب يعنی الكلبی وقال هولاء لايحمد حديثهم ويكتب التفسير عنهم۔

(دلائل النبوة للبيهقی ج1ص33، میزان الاعتدال للذهبی ج1ص391 فی ترجمة جويبر بن سعيد، تهذيب التهذيب لابن حجر ج1ص594رقم1164 فی ترجمة جويبر بن سعيد)

ترجمہ: ائمہ نے فنِ تفسیر میں ایسے لوگوں (کی مرویات کے بارے میں) نرمی اختیار کی ہے جن کو حدیث میں معتبر قرار نہیں دیتے۔ پھر (یحیٰ بن سعید القطان) نے لیث بن ابی سلیم، جویبر بن سعید اور محمد بن السائب الکلبی کا نام لیا اور فرمایا کہ ان (جیسے) حضرات کی نقل کردہ حدیث تو قابلِ مدح نہیں البتہ ان کی تفسیر لکھی جائے گی۔

3: وہ ائمہ جو فن تفسیر میں مشہور ہیں یا تو روایۃً مشہور ہیں یا دِرایۃً، اگر محدثین ان پر روایت کے اعتبار سے کلام کریں تو لازمی نہیں کہ ان کی دِرایت بھی غیر معتبر ہو بلکہ جہتِ دِرایت پر غور کیا جائے گا۔ محدثین کے کلام کرنے سے ان کی جہتِ دِرایت متاثر نہ ہو گی۔

(ارشیف ملتقی اہل التفسیر عدد1 ص1588 تا1595 ملخصًا)

4: روایت کو تو کذب سے تعبیر کر سکتے ہیں لیکن دِرایت کو کذب نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسے خطاء یا صواب سے تعبیر کیا جائے گا۔ (ایضاً)

اس تمہید کے بعد جواب عرض ہے کہ

نمبر1: محمد بن مروان السدی الصغیر پر جرح فنِ حدیث کے اعتبار سے ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: لا یکتب حدیثه البتة (میزان الاعتدال ج4 ص263 رقم الترجمہ:7679) کہ اس کی احادیث ہر گز نہ لکھی جائیں اور فن تفسیر میں اسے "صاحب التفسیر" اور "المفسر" کہا گیا ہے۔

(مغانی الاخیار ج5 ص429، شذرات الذہب ج1 ص318)

دوسرے رواۃ (الکلبی اور ابو صالح) کو ائمہ نے مفسر کے طور پر ذکر کیا ہے۔

(الکامل لابن عدی ج6 ص2132، میزان الاعتدال ج3 ص556، معرفۃ الثقات للعجلی ج1 ص242)

بلکہ کلبی سے تفسیر لینے کو امام یحییٰ القطان نے جائز قرار دیا (دلائل النبوۃ ج1 ص33 وغیرہ) اور ابو صالح کو ثقہ قرار دیا گیا ہے (معرفۃ الثقات للعجلی ج1 ص292)

لہذا فقرہ نمبر 1 اور 2 کی رو سے ان کی تفسیر حجت ہے۔

نمبر 2: زئی صاحب نے اس سلسلۂ سند پر جو جرح نقل کی ہے، فقرہ نمبر 4 کی رو سے اس تفسیری روایت پر صادق نہیں آتی۔

نمبر 3: اس سلسلۂ سند پر روایتی نقطۂ نظر سے کلام ہے لیکن از روئے فقرہ نمبر 3 یہ درایتی نقطۂ نظر کو چنداں مضر نہیں۔ درایۃً اس آیت سے ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس آیت میں کامیاب مومنین کے اوصاف بیان ہوئے ہیں جن میں ایک وصف "هُمۡ فِیۡ صَلٰوتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ" ہے کہ وہ نماز میں خشوع (تواضع و عاجزی اور سکون) اختیار کرتے ہیں۔ خشوع کا حاصل یہ ہے کہ حرکات محضہ سے اجتناب کیا جائے (جیسا کہ مفسرین نے "خشوع" کا معنی کرتے ہوئے لکھا: "تظهر آثارها على الجوارح فتجعلها ساكنة مستشعرة أنها واقفة بين يدي الله" [التفسیر الوسیط: ج10، ص12] خشوع و خضوع کے آثار اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں اور اسے سکون والا بنا دیتے ہیں۔ وہ یہ بات جانتا ہے کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے] اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایت نقل کی کہ یہ حضرات نماز میں ایسے کھڑے ہوتے تھے گویا کہ لکڑی زمین میں نصب ہے [السنن الکبریٰ: ج2 ص358] ان جیسی روایات کا حاصل یہ ہے کہ خشوع کا تقاضا اس وقت پورا ہو گا جب حرکاتِ محضہ سے اجتناب کر کے سکون کیا جائے) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكۡرِي [طٰہٰ:14]

ترجمہ: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

رکوع کو جاتے، رکوع سے اٹھتے اور تیسری رکعت کے شروع میں جو رفع یدین کیا جاتا ہے وہ چونکہ ذکر سے خالی ہوتا ہے اس لیے حرکتِ محضہ ہے اور خشوع و سکون کے خلاف ہے۔ تو آیت میں لفظ "خَاشِعُوۡنَ" بھی اس رفع یدین کے ترک کا تقاضا کرتا ہے۔ پس درایۃً منع ثابت ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ 1: اس تفسیر کی تائید مشہور ثقہ تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ م110ھ سے مروی تفسیر سے بھی ہوتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ "اَلَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلٰوتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: " خاشعون الذین لایرفعون ایدیھم فی الصلوۃ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ"

(تفسیر السمرقندی ج2ص408 طبع بیروت)

ترجمہ: "خَاشِعُوۡنَ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف تکبیرِ اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے ہیں۔

تنبیہ 2: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی نماز میں رفع یدین سے منع اور سکون کرنے کا حکم ہے، جو مزید تائید ہے کہ مذکورہ رفع یدین مومنین کے وصف "خَاشِعُوۡنَ" کے خلاف ہے۔ (تفصیل دیکھیے دلیل 5)

تنبیہ: زئی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس تفسیری روایت کے خلاف جزء رفع یدین کے حوالے سے لکھا: "یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔"

(مضروب حق: 21، ص32)

جواب: جزء رفع یدین میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے: عن ابی جمرۃ قال رایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یرفع یدیہ حیث کبر و اذا رفع راسه من الرکوع۔

(جزء رفع یدین للبخاری: رقم: 21)

ترجمہ: ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہیں جب تکبیر کہتے ہیں اور جب رکوع سے سر اٹھاتے ہیں۔

اس سے غیر مقلدین کا "مذہب" کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ: 1: اس کی سند میں ابو جمرۃ ("ج" کے ساتھ) مجہول ہے اس لیے سند صحیح نہیں۔ (نسخہ دہلی، اسوہ ص۲۷)

افسوس کہ غیر مقلدین نے تحریف کر کے اس کو ابو حمزہ بنا دیا ہے۔

(جزء رفع یدین للبخاری مترجم از حضرت اوکاڑوی: ص279)

2: غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کیا جائے جو دس دفعہ کی رفع یدین بنتی ہے، لیکن اس اثر سے [بشرط صحت] تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار رکعت میں پانچ دفعہ تو رفع یدین کرتے تھے اور پانچ دفعہ نہیں کرتے تھے۔ گویا چار رکعت نماز میں پانچ سنتیں ترک فرماتے تھے۔ پھر یہ اثر غیر مقلدین کو سود مند کہاں؟؟؟ زئی صاحب کو چاہیے کہ پہلے یہ دیکھ لیا کریں کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت بھی ہے یا نہیں؟! معلوم نہیں اس ”محقق“ کو ایسی روایات جمع کرنے اور ان سے استدلال کا والہانہ جنون کیوں ہے؟

3: اس غیر صحیح اثر کے بر خلاف حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سند صحیح سے مروی ہے: لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ، حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ..... الحدیث

(المعجم الکبیر: رقم الحدیث 11904)

”سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے؛ ایک جب نماز شروع کی جائے۔ الخ ان مقامات میں غیر مقلدین کے مزعومہ مقامات کا ذکر نہیں ہے۔

ان تین وجوہ سے زئی صاحب کا اس اثر سے استدلال باطل ہے۔ والحمد للہ

دلیل نمبر 2: ”قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبِ النِّسَائِيُّ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ۔“

(سنن النسائی ج ۱ ص ۱۵۸، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کیا۔“

علی زئی نے اس حدیث پر دو اعتراض کیے ہیں۔

اعتراض نمبر 1: زئی صاحب نے لکھا: ” امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ ثقہ ہونے ساتھ مدلس بھی تھے...... مدلس کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہے“

(مضروب حق: 21 ص 33،32)

جواب نمبر 1: امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ (م 161ھ) خیر القرون کے محدث ہیں اور احناف کے نزدیک خیر القرون کی تدلیس صحتِ حدیث کے منافی نہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: ص 159)

پس زئی صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر 2: تدلیس کے اعتبار سے محدثین نے رواۃ حدیث کے مختلف طبقات بنائے ہیں، بعض طبقات کی روایات کو صحت حدیث کے منافی جبکہ دوسرے بعض کی روایات کو مقبول قرار دیا ہے۔ امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ کو محدثین کی ایک جماعت جن میں امام ابو سعید العلائی، علامہ ابن حجر، محدث ابن العجمی شامل ہیں، نے ”طبقہ ثانیہ“ میں شمار کیا ہے۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص 113، طبقات المدلسین ص 64، التعلق الامین علی کتاب التبیین لاسماء المدلسین ص 92)

نیز عصرِ حاضر میں الدکتور العواد الخلف اور سید عبد الماجد الغوری نے بھی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو مرتبہ / طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔

(روایات المدلسین للعواد الخلف ص 170، التدلیس والمدلسون للغوری ص 104)

خود علی زئی غیر مقلد کے ”شیخ“ بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے بھی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔

(جزء منظوم ص 89)

اور محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلس کی روایت مقبول ہے، اس کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں۔

(التدلیس والمدلسون للغوری ص104، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص113، روایات المدلسین للعواد الخلف ص32)

اب چاہیے کہ علی زئی غیر مقلد اپنے "مشفق وبزرگ استاد" پر بھی کوئی فتویٰ صادر کریں۔ یاد رہے کہ محدثین نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر مدلس کا کوئی متابع مل جائے تو الزامِ تدلیس ختم ہو جاتا ہے اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی دو محدثین نے متابعت تامہ بھی کر رکھی ہے۔

1: امام ابو بکر النہشلی (کتاب العلل للدار قطنی ج5 ص172 سوال804)

2: امام وکیع بن جراح (التمہید لابن عبد البر ج4 ص189)

لہذا علی زئی کا یہ اعتراض باطلِ محض ہے۔

اعتراض نمبر2: زئی صاحب نے لکھا: " اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف، خطا اور وہم قرار دیا ہے۔" (مضروب حق:21 ص33)

جواب: "محقق" علی زئی صاحب! "پرانے جال نئے شکاری" کی کہاوت کا مصداق نہ بنیں، وہ شبہات جن کے جوابات سے محققین حضرات سبکدوش ہو چکے ہیں انہیں بار بار دہرا کر "تحقیقِ انیق" نہ جتلائیں۔ جناب نے جن چند محدثین کے نام ذکر کیے ہیں ان کی جرح یا تو مبہم و غیر مفسر ہے، یا ایسی بنیاد پر ہے جو وجہِ جرح نہیں بنتی بلکہ بعض حضرات کا اسلوب یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا، لیکن علی زئی نے جوں کی توں نقل کر دی اور حقیقتِ حال چھپانے میں عافیت سمجھی۔ مثلاً امام ابن مبارک اور امام ابو داود رحمہما اللہ کی جروح مبہم و غیر مفسر ہیں، اصول حدیث کی رو سے ناقابل قبول ہیں۔

(الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص101، صیانۃ صحیح مسلم لابن الصلاح ص96، توجیہ النظر ج2 ص550)

مزید یہ جرح ان حضرات کو اول عمر میں تھی، آخر عمر میں اس سے رجوع فرمالیا تھا، جیسا کہ ابن مبارک رحمہ اللہ کے آخری عمر کے شاگرد سوید بن نصر المروزی کی روایت میں اور امام ابو داؤد کی وفات والے سال کے نسخہ (اللؤلوی) میں یہ جرح مذکور نہیں۔

(سنن النسائی ج1 ص158 باب ترک ذلک، سنن ابو داؤد نسخہ اللؤلوی)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے الفاظ کا بھی جرح سے کوئی تعلق نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں تو یہ روایت ''صحیح'' قرار پاتی ہے (کیونکہ انہوں نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو اس کے مقابلہ میں اصح کہا، جو دلیل ہے کہ وہ اس کو صحیح مانتے ہیں) لیکن مدہوش ''محلک'' نے خواہ مخواہ انہیں بھی جارحین میں شمار کر کے گنتی بڑھا دی۔ امام ابو حاتم الرازی، امام دار قطنی، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہ کی جروح بھی غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ کی کتاب نور الصباح ج1 ص82 تا147)

علی زئی غیر مقلد نے مبہم جروح تو نقل تو کر دیں لیکن یہ نقل نہ کیا کہ اس حدیث کو جید محدثین نے صحیح / حسن کہا ہے، جن میں امام ترمذی، امام دار قطنی، علامہ ابن حزم، امام ابن قطان الفاسی، امام زیلعی، شارحِ بخاری امام عینی، علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری وغیرہ شامل ہیں ۔

(مسئلہ ترک رفع یدین از متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ تعالیٰ ص6 مخطوطہ)

علی زئی صاحب! مزید تسلی درکار ہو تو فرمایے گا ہم نے تیس(30) کے قریب محدثین کی تصحیح جمع کی ہے جو صراحتاً یا'' اذا استدل المجتھد بحدیث الخ ''کے اصول کے تحت اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں۔ شوق ہو تو طلب فرمایئے ورنہ (بقول شیخ الہند رحمہ اللہ) کچھ تو شرمایئے۔ سرِ دست آپ کے البانی صاحب کی بات نقل کر دیتے ہیں۔ غور سے پڑھیے:

قال الالبانی :والحق انه حدیث صحیح واسناده صحیح علی شرط مسلم

(التعليق على المشكوٰة للالبانی ج1ص254)

ترجمہ: البانی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

دلیل نمبر 3: "اَلْاِمَامُ الْحَافِظُ اَبُوْحَنِیْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما یَقُوْلُ، کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ مَنْکَبَیْہِ لَا یَعُوْدُ بِرَفْعِھِمَا حَتّٰی یُسَلِّمَ مِنْ صَلَاتِہٖ۔"

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم رحمہ اللہ ص ۳۴۴، سنن ابی داؤد؛ ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، (اس کے بعد پوری نماز میں) سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

اعتراض نمبر 1: زئی صاحب نے لکھا: "امام ابونعیم سے لے کر امام ابوحنیفہ تک اس روایت کے سارے راوی......سب مجہول ہیں" (مضروب حق:21ص33)

جواب: حضرت الاستاذ متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے فرمایا: جس کتاب کی نسبت اپنے مصنف کی طرف مشہور ہو [کہ یہ کتاب فلاں مصنف کی ہے] تو مصنف سے لے کر ہم تک اس کی سند دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ شہرت اس سند کے دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ محدثین نے مختلف ادوار میں امام صاحب کی مروی احادیث جمع کر کے "مسند" لکھی ہے۔ ان مسانید میں امام صاحب کی مرویات موجود ہیں۔ امام خوارزمی رحمہ اللہ نے پندرہ مسانید کی روایات "جامع المسانید" میں جمع کر دی ہیں۔ مسند ابی نعیم بھی ان مسانید میں سے ایک ہے جن سے "جامع المسانید" میں روایات لی گئی ہیں۔ ان مسانید کی امام صاحب سے نسبت مشہور ہے، لہذا مذکورہ قاعدہ کی رو سے جامعینِ مسانید اور امام صاحب کے درمیان سند کی ضرورت نہیں، چہ جائیکہ ان کی توثیق وغیرہ بیان کی جائے۔

تنبیہ: راقم نے کتب کی طرف مراجعت کی تو درج ذیل محدثین کے ہاں یہ قاعدہ پایا:

امام سخاوی (فتح المغیث ج1ص44)، امام ابن حجر (النکت ص56)، علامہ جزائری (توجیہ النظر ص378)، امام سیوطی (تدریب الراوی ج1ص147)، امام کرمانی (شرح بخاری ج1ص7) وللہ الحمد

اعتراض نمبر2: علی زئی نے لکھا: ” سنن ابی داؤد میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دوسری روایت دوسندوں سے موجود ہے، جس کی ایک سند میں یزید بن ابی زیاد...... ضعیف راوی ہے اور دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔

(مضروب حق:21ص34)

جواب: یزید بن ابی زیاد: آپ بخاری تعلیقاً، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(تقریب لابن حجر: رقم 7711)

امام جریر بن عبدالولید، امام ابوداود، امام ترمذی (بتحسین و توثیق روایتہ) امام احمد بن حنبل، امام احمد بن صلاح، امام سفیان الثوری، امام ابن دقیق العید، امام ابوالحسن، امام ذہبی رحمہم اللہ وغیرہ نے انہیں ثقہ، صدوق اور عدل قرار دیا ہے۔

(الجرح والتعدیل ج9ص327، سیر اعلام النبلاء ج5ص381،380، تاریخ الثقات لابن شاہین ص256، معرفۃ الثقات للعجلی ج2ص364، نصب الرایہ ج1ص477وغیرہ) نیز امام مسلم، علامہ ہیثمی، امام عجلی، امام یعقوب بن سفیان وغیرہ محدثین نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور اس سے روایت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے نور الصباح ج1ص158تا161)

اہلِ انصاف کے لیے تو یہ حوالہ جات کافی ہوں گے، لیکن معاندین کے لیے شاید مفید ثابت نہ ہوں تو بطورِ ”پھکی“ انہی کے ٹولے کے فرد کا حوالہ پیشِ خدمت ہے۔ مشہور غیر مقلد احمد محمد شاکر شرح ترمذی میں یزید کی کافی توثیق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والحق انہ ثقۃ......وھذا نہایۃ التوثیق من شعبۃ وھو امام الجرح والتعدیل

(شرح الترمذی ج1ص195 بحوالہ نور الصباح ج1ص160،159)

ترجمہ: یہ انتہائی درجہ کی توثیق ہے امام شعبہ سے اور وہ [امام شعبہ] جرح وتعدیل کے امام ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ: آپ ثقہ، صدوق اور افقہ الدنیا تھے۔

(تفصیل دیکھیے نور الصباح ج1ص164 تا167)

ان پر کی گئی جرح کا مفصل جواب دلیل 7 کے تحت آرہا ہے۔

پس زئی صاحب کے یہ دونوں اعتراض بھی مردود ہیں۔

زئی صاحب کی مغالطہ آمیزی / تجاہل عارفانہ:

علی زئی نے "تنبیہ" کے عنوان کے تحت لکھا: " گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں سنن ابی داود (ج1ص114) کا بھی حوالہ دیا ہے، حالانکہ سنن ابی داود میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ روایت قطعاً موجود نہیں......اعلان: اگر الیاس گھمن صاحب......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ روایت اس سند کے ساتھ سنن ابی داود سے حوالہ نکال کر پیش کر دیں تو ان کے نام صحیحین اور سنن اربعہ کا تحفہ روانہ کر دیا جائے گا۔"

(مضروب حق: 21ص34،33)

زئی صاحب! نورِ بصیرت سے تو عاری تھے ہی، اب بصارت کو بھی کام میں نہیں لاتے۔ اگر اسی پوسٹر پر یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیتے تو اعتراض / چیلنج کے ذریعہ جناب کی "علمی قابلیت" ظاہر نہ ہوتی۔ عبارت یہ ہے:

"بعض مقامات میں دو کتب کے حوالے دیے گئے ہیں، دوسرے حوالے کے الفاظ کبھی بعینہ اول والے ہوں گے اور کبھی معمولی الفاظ کے فرق کے ساتھ ہوں گے۔

(نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل، کالم 4)

امید ہے ملاحظہ فرمالیا ہو گا۔ مزید جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ سنن ابی داود کا حوالہ اس لیے نہیں دیا گیا کہ امام صاحب کا نام اس میں موجود ہے (کچھ عقل کا بھی علاج

کروایئے بشرط عقل) بلکہ اس لیے دیا ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین والی روایت اس میں بھی موجود ہے۔ مطلوب ہو تو طلب فرمایئے ایک نقل روانہ کر دی جائے گی۔

خوشخبری: زبیر علی زئی (متروک و کذاب) کی مطبوعہ کتب میں مذکور احادیث کے تحت کئی کتب کے حوالے درج ہیں۔ مثلاً مقالات، نور العینین وغیرہ۔ علی زئی اور مضروب حق کے مدیر سبطین شاہ نقوی کے لیے خوشخبری ہے کہ علی زئی کی کتاب مقالات (مطبوع جلدیں) میں موجود احادیث کے تحت جہاں جہاں دو یا دو سے زائد حوالہ جات لکھے ہیں، دوسرے حوالے میں اس حدیث کی بعینہ سند (جو پہلے حوالے کی کتاب میں درج ہے) اور متن (جس میں ایک لفظ کا بھی فرق نہ ہو) دکھایئے اور صحاح ستہ کا سیٹ بطور انعام وصول کیجیے۔ ہمت تو کیجیے۔

دلیل نمبر ۴: "قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُوْبَكْرٍ عَبْدُاللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ ثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا) رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔"

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

علی زئی نے ص 34،35 پر اس حدیث پر سات اعتراضات کیے، بالترتیب جوابات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض 1: "جس نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کا شائع کردہ نسخہ ہے، جبکہ ملک شام سے مسند حمیدی کا جو نسخہ شائع کیا گیا ہے اس میں یہ عبارت نہیں، بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔"

جواب: دارالعلوم دیوبند اور خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کے قلمی نسخوں میں یہ حدیث ترک رفع یدین میں "فلایرفع" کے ساتھ مروی ہے۔ دونوں مخطوطوں کے فوٹو اسٹیٹ ملاحظہ فرمائیں نورالصباح ج2ص203،204میں ۔ نیز موسی زئی کے قلمی نسخہ میں بھی یہ روایت "فلایرفع" کے ساتھ مروی ہے۔

(تجلیات صفدر: ج2، ص309)

یہ بھی یاد رہے کہ مسند حمیدی صرف ہندوستان سے شائع شدہ نہیں بلکہ دارالکتب علمیہ (بیروت)،دارالفکر للطباعۃ والنشر ۔والتوزیع (بیروت) اور مدینہ منورہ سے بھی شائع ہے۔ ان تمام مطبوعات میں "فلایرفع" کے الفاظ موجود ہیں۔ دارالکتب العلمیہ (بیروت) کا نسخہ حسین سلیم اسد کی طبع کے ساتھ بھی مربوط ہے۔

ان تمام مخطوط و مطبوع نسخوں کے مقابلے میں علی زئی غیر مقلد شام کے نسخے کا تذکرہ کررہے ہیں۔(نورالعینین میں بھی نسخہ ظاہریہ شام کا ذکر کیا ہے) تو عرض ہے کہ نسخہ ظاہریہ غیر مقلدین کا ہے(نورالصباح ج2ص305) اور غیر مقلدین کی تحریف مشہور ہے۔ مثلاً

1: غنیۃ الطالبین کے اصل نسخہ میں تراویح بیس رکعات کا ذکر ہے، لیکن مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین میں تحریف کرکے گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ) بنادی گئی۔

(اصل نسخہ اور غیر مقلدین کے محرف نسخہ کا عکس دیکھیے حدیث اور اہل حدیث ص667،668 میں)

2: غیر مقلدین کے "شیخ الاسلام" مولوی ثناء اللہ امرتسری نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت ابن خزیمہ سے نقل کی، چونکہ اس کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل تھا جو منکر

الحدیث اور کثیر الخطاء تھا۔ اس لیے موصوف نے کمال یہ کیا کہ حدیث کی سند بدل کر اس پر صحیح مسلم کی سند لگادی۔ (تفصیل دیکھیے تجلیات صفدر:ج2، ص234)

نیز دیگر کتب (مثلاً کامل ابن عدی، طبرانی کبیر اور کتاب الضعفاء للدارقطنی) کے نسخہ ظاہریہ میں بھی زبردست تحریف ہوگئی ہے

(تفصیل کے لیے دیکھئے نورالصباح ج2ص305)

اگر مسند حمیدی کے نسخہ ظاہریہ میں بھی تحریف کی گئی / ہوگئی ہو تو کون سی بڑی بات ہے ؟! پس اعتراض باطل ہے۔

اعتراض2: ”مسند حمیدی کے قدیم قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں“

جواب: نسخہ دارالعلوم دیوبند، خانقاہ سراجیہ کندیاں اور موسی زئی کے قلمی نسخوں میں یہ حدیث اسی عبارت ”فلا یرفع“ کے ساتھ موجود ہے۔ پہلے دو نسخوں کی نقل ملاحظہ ہو(نورالصباح ج2ص303،304)، اور نسخہ موسی زئی کی عبارت ملاحظہ ہو (تجلیات صفدر:ج2، ص309)

اعتراض3: ”امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی یہی روایت صحیح مسلم میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔“

جواب: ہماری یہ روایت حمیدی عن سفیان کے طریق سے ہے اور مسند ابی عوانہ (جس کا پوسٹر میں حوالہ دیا گیا ہے) میں عبداللہ بن ایوب المخرمی و سعدان بن نصر و شعیب بن عمرو عن سفیان کے طریق سے مروی ہے جب کہ مسلم میں یہ طریق نہیں بلکہ یحییٰ بن یحییٰ تمیمی عن سفیان کے طریق سے مروی ہے۔

اعتراض4: ”اس حدیث کے مرکزی رواى سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے رفع یدین ثابت ہے۔“

جواب: اسی مرکزی راوی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ترک رفع یدین بھی ثابت ہے۔

(التمہید لابن عبدالبر ج9ص226)

اور یہ عمل آپ رحمہ اللہ نے اسی ترک رفع یدین والی روایت کی بناء پر کیا ہے۔ علی زئی صاحب نے تصویر کا ایک رخ تو دکھایا لیکن دوسرا رخ چھپانے میں عافیت سمجھی۔

اعتراض5: "المستخرج لابی نعیم الاصبہانی میں یہی حدیث امام حمیدی کی سند سے رفع یدین کے اثبات کے ساتھ مقید ہے۔"

جواب: امام حمیدی کی سند سے یہی حدیث ان مطبوع / مخطوط کتب میں رفع یدین کے ترک کے ساتھ موجود ہے۔

1: مسند حمیدی مخطوطہ (نسخہ دارالعلوم دیوبند)

2: مسند حمیدی مخطوطہ (نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف)

3: مسند حمیدی مخطوطہ (نسخہ موسیٰ زئی شریف)

4: مسند حمیدی مطبوع (دارالکتب علمیہ، بیروت)

5: مسند حمیدی مطبوع (دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت)

6: مسند ابی عوانہ ج1 ص432 (بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی)

7: مسند ابی عوانہ ج1 ص334 (بتحقیق ابو علی النظیف)

8: مسند ابی عوانہ قلمی نسخہ پیر جھنڈا (عکس ملاحظہ کریں نورالصباح ج2 ص314)

لہذا ان آٹھ کے مقابلے میں ایک نسخہ کا حوالہ مرجوح ہے۔

اعتراض6: "مسند ابی عوانہ والے مطبوعہ نسخے میں واو رہ گئی ہے اور صحیح مسلم میں واو موجود ہے۔"

جواب: اگر محدث ابو عوانہ رحمہ اللہ صحیح مسلم والا طریق (یحییٰ وغیرہ عن سفیان) ذکر کرتے تب تو علی زئی کا "واو" رہ جانے والا اعتراض درست تھا، حالانکہ انہوں نے اپنی مسند میں صحیح مسلم والا طریق ذکر نہیں کیا جس میں واو ہے بلکہ حمیدی وعبداللہ بن ایوب المخرمی و

سعدان بن نصر. وشعیب بن عمرو عن سفیان والے طرق ذکر کیے ہیں جن میں واو موجود نہیں ہے۔

(مسند ابی عوانہ ج1 ص432 بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی، وفی نسخہ ج1 ص334 بتحقیق ابو علی النظیف)

پس اعتراض باطل ہے۔

فائدہ: مسند حمیدی میں جزاء ”فلایرفع“ ہے اور مسند ابی عوانہ مطبوع / مخطوطہ میں ”لایرفع / فلایرفع“ قواعد عربیہ کی رو سے دونوں درست ہیں۔

اعتراض7: ”مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخہ میں واو موجود ہے، جس سے دیوبندی استدلال کا ”لک“ ٹوٹ جاتا ہے۔“

جواب: زئی صاحب نے نورالعینین ص79 پر مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس پیش کیا ہے۔ اس مخطوطے میں ”ف“ (جسے موصوف واو سمجھ بیٹھے) کا سرا ”لا“ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ عبارت یوں ہے: واذا ارادان یرکع وبعدما یرفع راسہ من الرکوع فلایرفعھما، اور الاعتصام ہفت روزہ 2 محرم الحرام 1403ھ، 3جولائی 1992ص21 میں محمد ایوب اثری (حیدرآباد، سندھ) نے مسند ابی عوانہ قلمی پیر جھنڈا کا نسخہ پیش کیا ہے، اس میں فلایرفعھما صراحۃ نظر آرہا ہے۔ اس کا عکس ملاحظہ کریں نورالصباح ج2 ص314۔

زئی صاحب! یہاں تو آپ کے استدلال کا ”لک“ ٹوٹ رہا ہے۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دلیل نمبر۵: ”قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ حِبَّانٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسَيِّبَ بْنَ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ فَقَالَ قَدْ رَفَعُوهَا كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔“

(صحیح ابن حبان ج۳ ص۱۷۸، صحیح مسلم ج۱ ص۱۸۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "انہوں نے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح اٹھایا ہے تم نماز میں سکون اختیار کرو۔" (نماز میں رفع یدین نہ کرو)

اعتراض نمبر 1: زئی صاحب نے لکھا: "اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں"

(مضروب حق: 21 ص 36)

جواب: ہمار دعویٰ ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے، چاہے وہ رکوع والا ہو یا سجود والا۔ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: اسکنوا فی الصلوۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس سے مذکورہ رفع یدین کی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مشہور محدثین مثلاً علامہ زیلعی اور علامہ بدرالدین عینی نے تصریح کی ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں:

انما یقال ذلک لمن یرفع یدیہ فی اثناء الصلوۃ وھو حالۃ الرکوع او السجود ونحو ذالک

(نصب الرایہ للزیلعی ج 1 ص 472، شرح سنن ابی داود للعینی ج 3 ص 29)

کہ یہ الفاظ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس شخص کو کہے جاتے ہیں جو دوران نماز رفع یدین کر رہا ہو اور یہ حالت رکوع یا سجود وغیرہ کی ہوتی ہے۔

لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر 2: علی زئی نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے نقل کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اس حدیث کو بطور دلیل پیش نہیں کرتے، ان کا کہنا ہے کہ یہ سلام کے متعلق ہے۔

(مضروب حق: 21 ص 36 مفہوماً)

جواب: جناب زئی صاحب نے اس نقل میں چند غلطیاں کی ہیں۔

الف: ان دونوں حضرات کا موقف ترک رفع یدین کا ہے(ادلہ کاملہ، درس ترمذی) لیکن زئی صاحب نے نقل کرنا مناسب نہ سمجھا، ورنہ موصوف کا "بھانڈا" پھوٹ جاتا۔

ب: علی زئی نے خوب راگ الاپا کہ یہ دو حضرات اسے دلیل نہیں بناتے(لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اسے دلیل بناتے ہیں، تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں)عرض ہے کہ اگر ان حضرات نے اس حدیث کو دلیل نہیں بنایا تو دیگر حضرات محققین و محدثین نے تو بنایا ہے۔ مثلاً

1: امام ابوالحسن القدوری (التجرید ج2 ص519)

2: علامہ زیلعی (نصب الرایہ ج1 ص472)

3: علامہ عینی (شرح سنن ابی داود ج3 ص29)

4: ملا علی قاری (فتح باب العنایہ)

5: امام محمد علی بن زکریا المنبجی (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج1 ص256)

6: حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی (اعلاء السنن للعثمانی: ج3 ص56)

7: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (اوجز المسالک: ج2 ص66)

8: شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم: ج3 ص317)

9: شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی (اعلاء السنن للعثمانی: ج3 ص56)

10: مولانا الشیخ محمد عبداللہ بن مسلم البہلوی (ادلۃ الحنفیۃ: ص167)

11: امین الملۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی (تجلیات صفدر: ج2، ص313)

12: مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی (نور الصباح: ج 1 ص)

وغیرہ، لیکن علی زئی نے "مضروب حق" میں ان کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ یقیناً تذکرہ نہ کرنے میں علی زئی کی عافیت تھی۔

دراصل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دو واقعات مروی ہیں۔ تمیم بن طرفہ کے طریق میں رفع یدین سے منع اور عبید اللہ بن القبطیہ کے طریق میں سلام کے وقت ہاتھوں کا اشارہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ دونوں کو ایک واقعہ قرار دے کر سلام پر محمول کرنا درست نہیں۔ جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے نور الصباح ج1 ص78)

تنبیہ: راقم نے حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے استدلال پر ایک تحقیقی مضمون لکھ دیا ہے جس میں غیر مقلدین کے وساوس وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، مناسب وقت پر شائع کیا جائے گا۔

تنبیہ: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ترک رفع یدین کے دلائل پر مشتمل ایک تحریر کی تصدیق کرتے ہوئے " الجواب صحیح "لکھا ہے۔ ان دلائل میں یہی حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ موجود ہے۔ خود زئی صاحب کی زبانی یہ حقیقت سنیے:

"مری سے تجمل حسین صاحب نے ایک چار ورقی پمفلٹ: "مسئلہ رفع یدین" کے عنوان سے بھیجا ہے، جسے کسی دوست محمد مزاری دیوبندی نے لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیوبندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے، نیز محمد تقی عثمانی، محمد عبد المنان اور عبد الرؤف وغیرہ نے "الجواب صحیح "لکھ کر اس پر مہریں لگائی ہیں۔"

(الحدیث:93ص11)

زئی صاحب! مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تو اس حدیث کو مستدل بنا کر اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کر چکے۔ لہذا آئندہ ایسی بات نقل کرنے سے توبہ کیجیے گا۔

دلیل نمبر ٦: "قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا..."

(صحیح بخاری؛ج۱ص۱۱۴ ، صحیح ابن خزیمہ؛ج۱ص۲۹۸)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے فرماتے ہیں: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟) تو حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کے طریقے کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے طریقے کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا پھر اپنی پیٹھ کو جھکایا جب سر کو رکوع سے اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہو گئے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے حال پر رکھا نہ پھیلایا اور نہ ہی ملایا۔

اعتراض: علی زئی نے لکھا: "صحیح بخاری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا کوئی ذکر نہیں"

نیز لکھا: " محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے لکھا: مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں"

(مضروب حق:21ص38،37)

جواب: ہمارا مؤقف یہ ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے، اس کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے۔ حدیثِ مذکور جو سنداً صحیح ہے، میں سیدنا ابو حمید

الساعدی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں، باقی مقامات کا ذکر نہیں کرتے۔ اس سے ہمارا مؤقف ثابت ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا قول اس استدلال کے خلاف نہیں، اس لیے کہ اصول ہے: السکوت فی معرض البیان بیان

(مرعاۃ المصابیح لعبید اللہ المبارکپوری ج3 ص385، روح المعانی ج18 ص7)

وہ مقام جہاں ایک شے کو بیان کرنا چاہیے، وہاں اس کے بیان کو چھوڑنے کا مطلب اس شے کا عدم بیان کرنا ہوتا ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نماز کے اس نقشہ کو بیان فرما رہے ہیں جو دیکھنے سے نظر آتا ہے کما فی الحدیث "رایتہ" (میں نے انھیں دیکھا)۔ اگر رفع یدین عند الرکوع و بعد الرکوع ہوتا تو ضرور بیان کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا قاعدہ مطلق ہے اور ہمارا بیان کردہ اصول ایک قید "فی معرض البیان" کے ساتھ مقید ہے۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ زئی صاحب کو یہ اصطلاح سمجھ میں نہ آئے تو اصول فقہ کی کتب کی طرف مراجعت فرمالیں۔

تنبیہ: علی زئی (متروک) نے سنن ابی داؤد وغیرہ کا حوالہ دیا کہ اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر موجود ہے۔ "عرض" ہے کہ اس میں ایک راوی عبد الحمید بن جعفر ہے جو کہ ضعیف، خطاکار اور قدری ہے۔ امام نسائی، امام ابو حاتم، امام سفیان ثوری، امام یحییٰ بن سعید القطان، امام یحیٰ بن معین، امام ابن حبان، امام ترمذی، امام طحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس پر جرح کی ہے۔ نیز یہ روایت منقطع بھی ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء کا سماع حضرت ابو قتادہ سے نہیں اور سنداً متناً بھی یہ روایت مضطرب ہے۔

(دیکھیے نور الصباح ج1 ص203 تا 210)

قارئین کرام! آپ نے سند کا حال تو ملاحظہ کر لیا، اب علی زئی کا ”فرمان“ بھی ملاحظہ کیجیے، موصوف فرماتے ہیں: ”اور یہ سند صحیح ہے“

(مضروب حق:21ص37)

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

دلیل نمبر ۷: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ الطَّحَاوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ...وَعَنِ الْحَكَمِ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ مِقْسَمٍ رَحِمَهُ اللهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ الْبَيْتِ وَعَلَى الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ وَبِعَرَفَاتٍ وَبِالْمُزْدَلِفَةِ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔“

(سنن طحاوی ج۱ص۴۱۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:” سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے: (۱) شروع نماز میں (۲) بیت اللہ کے پاس (۳) صفاء پر (۴) مروہ پر (۵) عرفات میں (۶) مزدلفہ میں (۷) جمرات کے پاس۔“

اعتراض: علی زئی نے لکھا: ”اس روایت کی سند میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے (فیض الباری ج3ص168)“

(مضروب حق:21ص37)

جواب: محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ جمہور کے ہاں صدوق اور ثقہ ہیں۔ ائمہ نے ان کو افقہ اھل الدنیا، فقیہ، صدوق، صاحب سنة، جائز الحدیث، محلہ الصدق وغیرہ فرمایا ہے۔ پندرہ محدثین نے ان کی توثیق وتعدیل کی ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے نور الصباح ج1 ص164 تا167

خود علی زئی کے بزرگوں (قاضی شوکانی، عبد الرحمن مبارک پوری، احمد محمد شاکر، حافظ عبد اللہ روپڑی) کی طرف سے بھی محمد بن ابی لیلیٰ کی توثیق ثابت ہے۔(حوالہ مذکورہ)

چونکہ بعض حضرات نے اس پر کلام کیا ہے، اس لیے اس کی حدیث درجہ حسن کی ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے: حدیثه فی وزن الحسن

(تذکرۃ الحفاظ ج1 ص128)

اس کی حدیث درجہ حسن کی ہے۔

محدثین رحمہم اللہ کی تصریحات (تعدیل وتوثیق) ملاحظہ کرنے کے بعد علی زئی صاحب کا یہ فرمان بھی ملاحظہ ہو: ”ضعیف راویوں کی ضعیف ومردود روایات سے استدلال کرنا الیاس گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے“

(مضروب حق: 21 ص37)

زئی صاحب! غصہ تھوک بھی دیجیے، یہ ضعیف ومردود نہیں بلکہ بتصریح محدثین حسن الحدیث راوی ہے، اپنے گھر کی شہادت پر بھی کان پھیریئے ورنہ شوق سے موتوا بغیضکم کا مصداق بنیے۔ احمد محمد شاکر غیر مقلد لکھتے ہیں: ومثل هذا [ابن ابی لیلیٰ] لا یقل حدیثه عن درجة الحسن المحتج به واذا تابعه غیره کان الحدیث صحیحاً

(شرح الترمذی لاحمد شاکر بحوالہ نور الصباح ج1 ص167،166)

ترجمہ: محمد بن ابی لیلیٰ جیسے شخص کی حدیث حسن درجہ سے جو قابل احتجاج ہے، کم نہیں اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔

تنبیہ: علی زئی صاحب نے جرح کے لیے فیض الباری ج3 ص168 کا حوالہ دیا۔ عرض ہے کہ موصوف اگر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا پورا مؤقف نقل کر دیتے تو بات واضح ہو جاتی (لیکن اس میں علی زئی کا پتا صاف ہو جانا تھا) علامہ کشمیری رحمہ اللہ ترفع

الایدی کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: بل هو [ابن ابی لیلیٰ] کما قال الذهبی فی التذکرة فی درجة حسن الحدیث، فیفید متابعته فی اثر مجاهد الذی یاتی فی ترك ابن عمر رضی الله عنهما رفع الیدین وفی حدیث یزید بن ابی زیاد ایضاً.

(نیل الفرقدین للکشمیری ص297،298)

ترجمہ: بلکہ ابن ابی لیلیٰ جیسا کہ امام ذہبی نے "تذکرہ" میں فرمایا ہے حسن الحدیث درجے کا راوی ہے۔ لہٰذا اس کی روایت امام مجاہد کے اس اثر میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ترک رفع یدین کے بارے میں مروی ہے، متابعت کے لیے فائدہ دے گا، اسی طرح یزید بن ابی زیاد کی حدیث میں بھی۔

لیجیے زئی صاحب! حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے تو ہماری اس دلیل کے ساتھ ساتھ دلیل نمبر 3 اور دلیل نمبر 10 کی بھی توثیق فرمادی۔ اب یہ شعر گنگنائیے:

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دلیل نمبر ۸: "قَالَ الْإِمَامُ اَبُوْبَكْرِ الْإِسْمَاعِيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَبُوْ مُحَمَّدٍ صَاحِبُ الْبُخَارِيِّ صَدُوْقٌ ثَبْتٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرِ السَّحِيْمِيُّ عَنْ حَمَّادِ (ابْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (النَّخْعِيِّ) عَنْ عَلْقَمَةَ (بْنِ قَيْسٍ) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا) قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ۔"

(کتاب المعجم، امام اسماعیلی؛ ج ۲ ص ۶۹۲، سنن کبری، امام بیہقی رحمہ اللہ ج ۲ ص ۷۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔"

علی زئی نے تین وجوہ سے اس روایت پر اعتراض کیے:

1: اس کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

2: اہل سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت منکر ہے۔

3: امام بیہقی رحمہ اللہ نے محمد بن جابر پر جرح نقل کر رکھی ہے۔

(مضروب باطل: 21ص37،38)

جواب: محمد بن جابر السحیمی کا مفصل حال پیش خدمت ہے۔

آپ رحمہ اللہ ثقہ و صدوق راوی ہیں۔ کذب وغیرہ کی کوئی جرح نہیں ہے۔ ائمہ نے ان کی تعدیل و توثیق میں یہ کلمات فرمائے ہیں۔

1: امام فلاس: صدوق (مختصر الکامل فی الضعفاء لتقی الدین: ص661) سچا ہے۔

2: امام ابو حاتم رازی: سچے مقام کا مالک ہے (الجرح والتعدیل ج7ص294)

3: امام ابوزرعہ رازی: من کتب عنه بالیمامة وبمكة فهو صدوق (تہذیب التہذیب ج5 ص511) کہ جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں محمد بن جابر سے حدیثیں لی ہیں تو ان میں یہ سچا ہے

4: امام ذہلی: لا باس به (تہذیب التہذیب ج5ص513) اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں۔

5: امام ابن عدی جرجانی: کان اسحاق یفضل محمد بن جابر علی جماعة شیوخ هم افضل منه واوثق وقد روی عن محمد بن جابر کما ذکرت من الکبار؛ ایوب وابن عون وهشام بن حسان والثوری وشعبة وابن عیینة وغیرهم ممن ذکرتهم ولولا ان محمد بن جابر فی ذالك المحل لم یرو عنه هولاء الذین هو دونهم (الکامل لابن عدی ج7ص340) کہ محدث اسحاق بن ابی اسرائیل رحمہ اللہ محمد بن جابر کو مشائخ کی ایک جماعت پر فضیلت دیتے تھے حالانکہ وہ مشائخ ان سے توثیق اور مرتبہ کے لحاظ سے زیادہ تھے اور محمد بن جابر سے بڑے بڑے محدثین کرام مثلاً ایوب، ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان

ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اگر وہ اس (صدق وامانت) میں اس درجہ کے نہ ہوتے تو یہ ہستیاں ان سے روایت نہ کرتیں، جن سے یہ مرتبہ میں کم ہے۔

6: امام ہیثمی: هو صدوق فی نفسه (مجمع الزوائد ج2ص479) فی نفسہ سچا ہے۔

7: امام ابوالولید: نحن نظلم محمد بن جابر بامتناعنا من التحديث عنه (تہذیب التہذیب ج9ص78) ہم محمد بن جابر سے حدیث نہ لے کر اس پر ظلم کرتے ہیں۔

8: امام ذہبی: وفی الجملة قد روی عن محمد بن جابر ائمة وحفاظ (میزان الاعتدال ج4ص72) محمد بن جابر سے روایت کرنے والے بڑے ائمہ اور حفاظ حدیث ہیں۔

9: حافظ ابن حجر: صدوق (تقریب التہذیب) سچا ہے۔

محدثین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر صدوق، ثقہ اور صحیح الحدیث ہے۔

جرح کی اصل وجہ: بعض محدثین کرام نے محمد بن جابر پر جو جرح کی ہے اس کی اصل وجہ یہ کہ آپ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ میں خرابی پیدا ہو گئی اور تلقین کو قبول کرنے لگے تھے۔

(مجمع الزاوئد ج2ص137وغیرہ)

ہماری اس غیر جانبدارانہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ ثقہ وصدوق تھے مگر آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ تخلیط فی الحدیث اور سوءِ حفظ کی وجہ سے چونکہ حدیث ضعیف ہو جاتی ہے اس لیے بعض ائمہ نے اس روایت پر جرح بھی کی ہے۔ (زئی صاحب نے بھی امام احمد بن حنبل مجتہد اور امام بیہقی شافعی مقلد سے جرح نقل کی ہے)

لیکن محدثین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ مختلط الحدیث راوی سے جو حدیث قبل الاختلاط مروی ہو وہ صحیح و قابل احتجاج ہوتی ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج1ص242وغیرہ)

امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم الرازی رحمہما اللہ نے تصریح کی ہے: من کتب عنہ بالیمامۃ وبمکۃ فھو صدوق (تہذیب التہذیب ج9ص77) کہ جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں محمد بن جابر سے حدیثیں لی ہیں تو ان میں محمد بن جابر سچا ہے اور ہماری پیش کردہ روایت میں امام اسحاق بن ابراہیم المروزی ہیں، انہوں نے محمد بن جابر سے سماعِ حدیث یمامہ ہی میں کیا ہے جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے:

1: امام محمد بن سعد: وکان رحل الی محمد بن جابر بالیمامۃ فکتب کتبہ (طبقات ابن سعد جزء7ص353) کہ اسحاق بن ابراہیم یمامہ میں محمد بن جابر کے پاس گئے اور ان کی کتابوں کو لکھا۔

2: خطیب بغدادی: قال [اسحاق بن ابراھیم] لما انصرفت من الیمامۃ من عند ھذا الشیخ یعنی محمد بن جابر الخ (تاریخ بغداد ج5ص357) کہ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جب میں یمامہ سے شیخ محمد بن جابر سے (احادیث حاصل کرکے) واپس آیا۔

3: ابن عدی: وعنہ اسحاق بن ابی اسرائیل عن محمد بن جابر کتاب احادیث صالحۃ (الکامل لابن عدی ج6ص153) کہ اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے مروی احادیث صالحہ پر مشتمل ایک کتاب تھی۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر الیمامی سے اسحاق المروزی کا سماع قبل الاختلاط ہے ان کے پاس محمد بن جابر سے مروی احادیث صالحہ تھیں۔ پس علی زئی صاحب کے اعتراض کی تینوں شقیں باطل ہیں اور حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔

لطیفہ:

زئی صاحب لکھتے ہیں: "انہوں [اسحاق المروزی] نے یہ حدیث محمد بن جابر کے اختلاط کے بعد سنی ہے" (نورالعینین ص153) موصوف کی یہ "بڑ" تحقیق کی رو سے مردود ہے۔

دلیل نمبر۹: "قَالَ الْإِمَامُ ابْنُ قَاسِمٍ (حَدَّثَنَا) وَكِيعٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَطَّافِ النَّهْشَلِيِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَا يَعُودُ ..."

(المدونۃ الکبری؛ج۱ ص۷۱، مسند زید بن علی ص۱۰۰)

ترجمہ:"حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

علی زئی نے اس حدیث پر دو اعتراض کیے، جوابات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض نمبر 1: علی زئی نے لکھا:"مدونۃ کبریٰ نا قابل اعتبار اور بے سند مروی کتاب ہے"

(مضروب حق:21ص38)

دوسرے مقام پر لکھا:"المدونۃ الکبریٰ امام مالک کی کتاب نہیں" (نور العینین ص82)

جواب: المدونۃ الکبریٰ امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب ہے جو امام سحنون بن سعید نے امام مالک رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد عبد الرحمن بن القاسم سے روایت کی ہے اور یہ تینوں حضرات ثقہ تھے (ملاحظہ ہوں کتب اسماء الرجال) لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔

المدونۃ الکبریٰ کا تذکرہ سابقہ وحالیہ ادوار کے محدثین ومورخین نے امام مالک رحمہ اللہ کی تصانیف / مرویہ کتب میں کیا ہے۔ تصریحات ملاحظہ ہوں:

1:قال الامام ابن عبدالبر [م463ھ]:وذكره سحنون في المدونة عن مالك.

(التمہید لابن عبد البر جزء20ص114)

2:قال الامام الذهبي [م748ھ]:فاما ما نقل عنه [مالك] كبار اصحابه من المسائل......ومن كنوز ذلك: المدونة (سیر اعلام النبلاء ج6ص323)

3:قال ابن حجر رحمه الله [م852ھ]: واما قول مالك في المدونة......وقد وقع في المدونة لمالك (فتح الباری ج1ص234، ج2ص449)

4:علامہ عینی [م855ھ]:هذه الرواية في المدونة عن مالك (شرح سنن ابی داود ج4ص191)

5:علامہ ابن کثیر[م874ھ]:اما سحنون المالکی صاحب المدونۃ۔

(البدایہ ج10 ص356)

6:ابوحفص عمر البجائی[م919ھ]:حفظ[البجائی]المدونۃ الکبریٰ للامام مالک

(شذرات الذہب ج8 ص92)

7:علامہ ابن القیم :قال مالک فی المدونۃ (الطرق الحکمیہ ص388)

8:شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ:الفائدۃ الخامسۃ فی مولفاتہ......منہا المدونۃ الکبریٰ (اوجز المسالک ج1 ص110)

خود غیر مقلدین نے بھی اسے امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب مانا ہے اور اسی حیثیت سے اس سے حوالے نقل کیے ہیں۔ مثلاً:

1:ناصر الدین البانی:وفی المدونۃ المرویۃ عن مالک(صلوۃ العیدین ص31)المدونۃ للامام مالک(احکام الجنائز ص244)قال مالک فی المدونۃ(تمام المنۃ ص301)وبہ قال مالک فی المدونۃ. (الثمر المستطاب ص128)

2:عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد:قال مالک فی المدونۃ (تحفۃ الاحوذی ج10 ص138)

3:شمس الحق عظیم آبادی:وقال مالک فی المدونۃ (عون المعبود ج5 ص247)

4:عبد الرشید غیر مقلد:تصنیفات[مالک]...موطا...المدونۃ الکبریٰ (کاروان حدیث ص33)

اسلاف امت اور خود غیر مقلدین کے بزرگوں سے ثابت ہوا کہ المدونۃ الکبریٰ امام مالک رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔ مذکورہ تصریحات زئی صاحب جیسے متعصب لوگوں کے رد کے لیے کافی ہیں۔

تنبیہ:المدونۃ الکبریٰ امام مالک کی کتاب ہے سابقہ وحالیہ ادوار میں یہی ثابت ہے (کما مر) یہی شہرت مصنف سے لے کر ہم تک کتاب کی اسناد سے بے نیاز کر دیتی ہے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:لان الکتاب المشہور الغنی بشہرتہ عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفہ

(النکت لابن حجر ص56)

لہذا علی زئی صاحب کا بے سند کی رٹ لگانا مردود ہے۔

اعتراض2: علی زئی نے لکھا:"مسند زید اہل سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی من گھڑت کتاب ہے." (مضروب حق:21ص38)

جواب: مسند زید شیعوں کی نہیں بلکہ سنیوں کے امام حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس روایت کی سند بھی انتہائی اعلیٰ درجہ کی ہے اور اہل بیت کی سنہری سند ہے۔ جو یہ ہے: زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مسند زید ص100) حضرت زید کی اس مسند کا تذکرہ علی زئی صاحب کے ممدوح علامہ شوکانی نے نیل الاوطار اور غلام حریری غیر مقلد نے تفسیر و مفسرون (ص550) میں کیا ہے۔ لہذا علی زئی کا اسے شیعوں کی کتاب بتانا باطل ہے۔

تنبیہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موطا امام محمد، کتاب الحجہ، سنن الطحاوی اور نصب الرایہ وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کے مرکزی راوی ابو بکر النہشلی صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ جمہور محدثین نے آپ کو ثقہ، صالح، صدوق، ثبت، حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر ج6ص315، تاریخ الثقات للعجلی ص493 ، المعرفۃ والتاریخ ج3 ص237، الجرح والتعدیل ج9ص407)

نیز ائمہ محدثین نے اس روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ مثلاً

1: امام طحاوی م321ھ: قال صحیح (الرد علی الکرابیسی للطحاوی بحوالہ الجوہر النقی ج 2 ص79) یہ حدیث صحیح ہے۔

2: امام دار قطنی م385ھ: فجعلہ الدار قطنی موقوفا صوابا (نصب الرایہ ج1ص406) اسے موقوفاً صواب / صحیح فرمایا.

3:علامہ ماردینی م745ھ:رجالہ ثقات(الجوہر النقی ج1ص78)اس کے راوی ثقہ ہیں۔

4:امام زیلعی م762ھ:وھو اثر صحیح(نصب الرایہ ج1ص406)یہ اثر صحیح ہے۔

5:علامہ ابن حجر م852ھ:رجالہ ثقات(الدرایہ ص)اس کے راوی ثقہ ہیں۔

6:علامہ عینی م855ھ:صحیح علی شرط مسلم (عمدۃ القاری ج4ص382)

7:ملا علی قاری م1014ھ:وھو اثر صحیح (فتح باب العنایۃ ج1ص257)یہ اثر صحیح ہے۔

8:علامہ نیموی م1322ھ:اسنادہ صحیح (آثار السنن ص123)اس کی سند صحیح ہے۔

9:امام محدث مولانا محمد زکریا کاندھلوی م1402ھ:وھو اثر صحیح(اوجز المسالک:ج2، ص66)یہ اثر صحیح ہے۔

10:علامہ محمد انور شاہ الکشمیری م1350ھ:ائمہ محدثین سے اس اثر کی صحت کو نقل کیا واقر علیہ (نیل الفرقدین:ص109)

11:امام محدث ظفر احمد عثمانی م1394ھ:ائمہ محدثین سے اس اثر کی صحت کو نقل کیا واقر علیہ (اعلاء السنن:ج3،ص53)

12:الشیخ محمد عبد اللہ بن مسلم البہلوی م1398ھ:اسنادہ صحیح (ادلۃ الحنفیۃ: ص167)

نیز ان ائمہ رحمہم اللہ نے المجتھد اذا استدل بحدیث الخ کے اصول کے تحت اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔

13:امام محمد الشیبانی م189ھ:(کتاب الحجۃ:ج1،ص97)

14:امام ابن القاسم م191ھ:(المدونۃ الکبریٰ:ج1،ص71)

15:امام قدوری م428ھ:(التجرید:ج2۔ص51)

16:امام مغلطائی م762ھ:(شرح سنن ابن ماجۃ:ج5،ص1473)

ان ائمہ فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کی تصحیح وتوثیق کے خلاف علی زئی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابو بکر النہشلی والی روایت جو دوسری کتابوں میں ہے، وہ اس کے وہم وخطا کی وجہ سے ضعیف ہے" (مضروب حق:21ص38)

علی زئی صاحب! یہ ابو بکر النھشلی کا وہم نہیں بلکہ جناب کا مغالطہ ہے جو جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: "قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُوْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۲۶۸ حدیث نمبر ۱۳)

ترجمہ: معروف تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

اعتراض: زئی صاحب نے لکھا: "یہ روایت قاری ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ کے وہم وخطا کی وجہ سے ضعیف ہے...... کسی ایک قابل اعتماد محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی"

(مضروب حق:21ص38)

جواب: اولاً۔۔امام ابو بکر بن عیاش صحیح بخاری، صحیح مسلم (مقدمہ) اور سنن اربعہ کے راوی ہیں، عند الجمہور ثقہ ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام عثمان دارمی، امام ابو حاتم الرازی، امام ابن حبان، امام ابن عدی، امام عجلی، امام ابن سعد، امام سفیان ثوری، امام یعقوب بن شیبہ، امام ساجی رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کی تعدیل وتوثیق اور مدح وثناء کی ہے۔

(تہذیب التہذیب ج7ص308تا311)

ثانیاً۔۔امام محمد بن حسن الشیبانی م189ھ ثقہ وصدوق نے ان کی متابعت معنوی کر رکھی ہے۔

(موطا امام محمد ص93، کتاب الحجۃ ج1ص76)

ثالثاً۔۔اس روایت کی سند علی شرط الشیخین ہے۔ پس علی زئی کا اسے ضعیف بتلانا باطل ہے۔ رہا بعض محدثین کا اس روایت کو ابو بکر بن عیاش کی وجہ سے وہم وغیرہ کہنا، تو عرض ہے کہ امام

نووی نے مختلط رواۃ کے متعلق قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صحیحین میں مختلط رواۃ کی جو روایات لی گئی ہیں وہ قبل الاختلاط اخذ پر محمول ہیں۔(تہذیب الاسماء للنووی ج1ص242)
اور ہماری پیش کردہ روایت ابن ابی شیبہ عن ابی بکر بن عیاش کے طریق سے مروی ہے اور یہی طریق صحیح بخاری (ج1ص274) میں موجود ہے۔ معلوم ہو کہ یہ روایت قبل الاختلاط مروی ہے۔ پس وہم والا اعتراض بھی باطل ہے۔
تنبیہ: علی زئی نے لکھا: "بہت سے ثقہ راویوں اور صحیح وحسن لذاتہ سندوں سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے"
(مضروب حق:21ص39)

اللہ تعالیٰ جناب کو فہم نصیب فرمائے۔ مذکورہ مواضع میں رفع یدین کے اثبات میں اختلاف نہیں، آپ کے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ مذکورہ رفع یدین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوام تھا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری عمل تھا۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً سجدوں کی رفع یدین بھی ثابت ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج1ص266، مشکل الآثار للطحاوی ج 2ص20، جزء رفع یدین للبخاری ص48، المعجم الاوسط للطبرانی ج1ص83، سنن ابن ماجہ ج1 ص61 وغیرہ)

لہٰذا اگر صرف ثبوت ہی کی بات کرتے ہیں تو پھر تمام غیر مقلدین اب سجدوں میں بھی رفع یدین کرنا شروع کردیں۔
نوٹ: اگر غیر مقلدین کہیں کہ سجدوں کی رفع یدین کا ترک ثابت ہے تو عرض کہ رکوع والے رفع یدین کا بھی ترک ثابت ہے۔ ایک اقرار اور دوسرے کا انکار؟!
قارئین کرام! بحمد اللہ ہم نے زئی صاحب کے تمام شبہات ووساوس جو موصوف کی کل کائنات تھی، کا تحقیقی جواب دے دیا ہے، جن سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت الاستاذ متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے پیش کردہ دلائل اپنے دعوی پر ناطق وصریح ہیں اور زئی صاحب کے اعتراضات محض عداوت، بغض اور احناف دشمنی پر مشتمل ہیں، حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ قرآن وسنت کے ان واضح دلائل کو جھٹلانے والے جان لیں کہ قیامت قریب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ڈیٹ ایکسپائر (آخری قسط)

”علامہ“ وحید الزمان

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

ڈیٹ ایکسپائر میں ”علامہ“ وحید الزمان کا تذکرہ کیا گیا تھا اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ موصوف غیر مقلد تھا۔ بعض لوگوں کا اسے دائرہ غیر مقلدیت سے خارج کہنا چنداں مفید نہیں۔

مسئلہ نمبر 24: فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔ (کنز الحقائق ص:۲۹)

غیر مقلدین: فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے دائیں کروٹ پر لیٹنا سنت ہے۔

(صلوۃ الرسول ص:۲۸۴، آپ کے مسائل انکا حل ص:۲۰۱)

مسئلہ نمبر 25 : مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ (کنز الحقائق ص:۲۹)

اور غیر مقلدین کے فتاوی میں درج ہے: قبل نماز مغرب دو رکعات سنت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج:۴ ص:۲۳۲)

مسئلہ نمبر 26: اذا جلس الامام علی المنبر فلا صلاۃ غیر تحیۃ المسجد۔

(کنز الحقائق ص:۳۵، نماز نبوی ص:۸۹، صلوۃ الرسول ص:۱۳۵)

یہی نظریہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا ہے۔

(نماز نبوی ص253)

مسئلہ نمبر 27: نماز جنازہ میں سلام ایک ہے۔

(کنز الحقائق ص:۴۱)

یہی نظریہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کا ہے۔ (آپ کے مسائل انکا حل ص:۲۴۹)

مسئلہ نمبر 28: عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے نہیں روکنا چاہیے۔
(کنز الحقائق ص:۲۳)

موجودہ غیر مقلدین: ہر مسجد میں خواتین کے لئے نماز پڑھنے کا ہر ممکن انتظام ہونا چاہئے۔
(حاشیہ نماز نبوی ص؛۱۲۲، صلوۃ الرسول ص:۲۵۷)

مسئلہ نمبر 29: نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔

(هدیة المهدی ص:۱۰۹)

مولوی یونس غیر مقلد اور ڈاکٹر شفیق الرحمن بھی یہی کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہئیں۔
(دستور المتقی ص:۷۹، نماز نبوی ص:۱۴۴)

مسئلہ نمبر 30: ہر نماز میں ہر شخص کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص:۱۰۹)

اور حالیہ غیر مقلدین بھی اس کے وجوب کے قائل ہیں اور اس مسئلہ پر ان کی مستقل کتب موجود ہیں۔ مثلاً" توضیح الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام" وغیرہ اور یہی مسئلہ ان کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ دیکھیے دستور المتقی ص؛۸۹، نماز نبوی ص؛۱۵۰

مسئلہ نمبر 31: جہری نمازوں میں امام کے پیچھے آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے۔

(ہدیۃ المہدی ص:۱۰۹)

اور یہی بات موجودہ دور کے غیر مقلدین کی کتابوں میں بھی موجود ہے
(نماز نبوی ص:۱۵۱، دستور المتقی ص؛۹۰)

مسئلہ نمبر 32: نماز میں رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع الیدین کرنا چاہیے۔ (ہدیۃ المہدی ص:۱۰۹)

اور یہی بات موجودہ دور کے غیر مقلدین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔
(نماز نبوی ص:۱۶۲، دستور المتقی ص:۹۱)

قارئین کرام! یہ صرف چند مسائل ہم نے ذکر کیے جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ "علامہ" صاحب غیر مقلد ہی تھے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں کہ علمائے غیر مقلدین نے بھی "علامہ" صاحب کو علمائے اہل حدیث کی صف میں شامل کیا ہے اور ان کو اپنامانا ہے۔

1: عبد الرشید عراقی صاحب لکھتے ہیں: مولانا وحید الزمان بن مولانا مسیح الزمان کا شمار ان علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے جو حدیث کے اردو تراجم میں صف اول کے علماء میں سب سے اول نمبر تھے۔ آپ نے حدیث کی خدمت ایک نئے رنگ میں کی حدیث کی۔

(حدیث کی نشر واشاعت میں علمائے اہل حدیث کی خدمات ص:۹۶)

2: عراقی صاحب دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: وحید الزمان حیدر آبادی علماء کبار میں سے تھے۔ جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔۔۔ حجاز سے واپسی کے بعد حیدر آباد دکن میں ملازمت اختیار کی اور نواب نواز وقار جنگ کا خطاب حاصل کیا۔ مولانا وحید الزمان بڑے جلیل عالم اور محدث تھے، حافظہ قوی تھا۔۔۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ صحاح ستہ کا اردو ترجمہ بشمول مؤطا امام مالک ہے۔

(حیات نذیر ص:۱۶۵،۱۶۴،۱۶۳)

3: مولانا وحید الزمان حیدر آبادی المتوفیٰ ۱۳۳۸ھ نے قرآن مجید کی تفسیر موضح القرآن کی نام سے لکھی یہ تفسر سلف صالحین کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ بڑی جامع اور مفید اور عام فہم تفسیر ہے۔

(برصغیر پاک ہند میں علماء اہل حدیث کے کارنامے ص:۶۳)

اسی کتاب کے ص:۶۶ و ۷۷ پر بھی "علامہ صاحب" کو علماء اہل حدیث میں سے شمار کیا گیا ہے۔

تنبیہ: اس کتاب کے ص:۵۶ پر موجودہ دور کے مشہور غیر مقلد "محقق" زبیر علی زئی کو بھی علماء اہل حدیث شمار کیا گیا ہے اور علماء اہل حدیث کی خدمات کے ص:۱۲۰ پر ارشاد الحق اثری کو بھی علماء غیر مقلدین میں سے شمار کیا گیا ہے۔ لہذا ان حضرات کو اپنی زبان اور قلم بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح آج غیر مقلد وحید الزمان کی

کتابوں کو تھامنے کے لئے تیار نہیں ان کی کتابوں کو بھی مردود ناقابل قبول کہہ دیں جس طرح اس گروہ کی پرانی عادت چلی آرہی ہے۔

4 : پروفیسر عبد القیوم علماء اہل حدیث کی تصنیفی خدمات کو ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: پھر مولانا وحید الزمانؒ حیدرآبادی اور شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجموں کی داد کسی نے نہیں دی؟ (برصغیر پاک ہند میں تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات ص:۵۸)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: کتب حدیث کے اردو ترجموں اور شرحوں کے سلسلہ میں مولانا وحید الزمان حیدرآبادی کا نام سنہرے حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اردو شرحیں تو اپنا جواب نہیں رکھتیں۔(برصغیر پاک ہند میں تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات ص:۵۹)

:5 علامہ صاحب کی علمی سند بھی غیر مقلدین سے جا کر ملتی ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم میر ابراہیم سیالکوٹی نے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے خاص شاگردوں میں علامہ صاحب بھی ذکر کیا ہے۔

(تاریخ اہل حدیث ص:۳۰۰)

یہ حوالہ جات ان لوگوں کی تکذیب کے لئے کافی ہیں جو کہتے ہیں کہ علامہ وحیدالزمان شیعہ تھا۔ اگر علامہ صاحب شیعہ تھے تو ان کی وفات کے بعد ان حضرات غیر مقلدین اپنے علماء میں علامہ صاحب کا ذکر کیوں کیا؟ جب تعریف کی باری آتی ہے تو کہتے ہیں کہ علامہ صاحب ہمارے ہیں۔ جب اصل حقیقت سامنے لائی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں ہمارے نہیں۔

ع اقرار دیکھ کر کبھی انکار دیکھ کر
دل جل گیا تیرا شوخی گفتار دیکھ کر